فیض الحسن فی الکتابہ علی الکفن

تصنیف لطیف

مفسر اعظم پاکستان، شیخ الحدیث والقرآن پیر طریقت، رہبر شریعت

مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا رَحۡمَۃً لِّلۡعَالَمِیۡنَ ﷺ

فیض الحسن فی الکتابة علی الکفن

المعروف

کفنی لکھنا

از

فیضِ ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی نوراللہ مرقدہٗ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

﴿پیش لفظ﴾

ہمارا اورمخالفین کا اختلاف مبنی براصل از اُصول یہ ہے کہ ہم اللہ والوں یعنی انبیاء علیہم السلام اوراولیاء کرام اوران کے متعلقات جیسے ملبوسات وغیرہا اوران کے کلماتِ طیبہ اورکلامِ الٰہی کے الفاظ کوموجب صد برکات اور وسیلۂ نجات سمجھتے ہیں جیسے یہ دنیا میں ہمارے وسیلہ ہیں قبر،حشر اور قیامت میں بھی ہمارے وسیلہ ہوں گے اورمخالفین ان تمام اُموراور جوان سے متعلق ہوں سب کے منکر ہیں ان کے ہاں دلیل صرف بدعت کی رٹ یا پھر اگر مگر لایعنی ڈھکوسلے اور غلط تاویلیں ہیں۔

بِحَمْدِہٖ تَعَالیٰ ہمارے پاس ہرمسئلہ پر دلائل کے انبار ہیں۔فقیران میں سے چندایک یہاں لکھتا ہے تا کہ اہل اسلام کوفائدہ ہواورفقیرکواپنے کریم آقا حضرت محمد ﷺ سے اُمید شفاعت اور مالک حقیقی سے رجائے اجروثواب۔

وَمَاتَوْفِيْقِىْ اِلَّا بَاللّٰهِ الْعَلِىِّ الْعَظِيْم

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلٰے حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحَمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

فقیرابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور،پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ وسیلۂ نجات اور حصول برکات کی نیت سے کفن یا پیشانی پر کلماتِ طیبہ وغیرہا لکھنا یا عہد نامہ شریف یا کوئی اور متبرک اشیاء میت کے ہاتھ وغیرہ پر یا اس کی قبر کے اندر رکھنا شرعاً جائز اور کتب احادیث وفقہ حنفی وغیرہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں۔

مقدمة الکتاب: یہ مسئلہ دو اجزاء سے مرکب ہے، (۱) وسیلہ (۲) اللہ والوں کے منسوب اشیاء سے برکت حاصل کرنا یہ دونوں اُمور شرعاً مستحب و مستحسن ہیں۔ مسئلہ وسیلہ کے دلائل رسالہ وسیلہ میں اور اللہ والوں کے تبرکات وآثار سے برکت حاصل کرنا اور ان کا نافع ہونا رسالہ ''تبرکات کے برکات'' میں دیکھئے۔

(۳) کفنی پر کلمہ طیبہ لکھنا یا ہاتھ میں عہد نامہ شریف یا شجرۂ اولیاء دینا رحمت الٰہی کے حصول کا ایک ذریعہ وسیلہ ہے اور اس کی کریمی یوں مشہور ہے، که رحمت حق بہانه جوید بہانمی جوید یعنی اس کریم نے بے شمار مجرموں کو وسیلہ ذریعہ سے بخش دیا۔

چند احادیث صحیحہ کے واقعات ملاحظہ ہوں۔

(۱) بخاری شریف میں ہے ایک بندے کو جہنم کی طرف لے جا رہے ہوں گے حکم ہوگا اسے چھوڑ دو میں نے اُسے اس لئے بخش دیا کہ اُس نے پیاسے کتے کو پانی پلایا۔

(۲) ایسے ہی بخاری شریف میں ہے کہ ایک بندے کو اس لئے بخش دیا جائیگا کہ اس نے عام راستہ سے کانٹے دار ٹہنی کو کاٹ کر ہٹایا۔

(۳) ایک بندے کو اس لئے بخشش نصیب ہوگی کہ اُس نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا۔ (مواھب لدنیه)

(۴) ایک ایسے بندے کو معاف فرمائے گا جس نے توبہ کی نیت پر اللہ والوں کی طرف سفر کیا۔ (مسلم)

(۵) ایک بندے کو صرف اس لئے بخشا گیا کہ اُس نے کسی مجلس میں خلوص سے کلمہ طیبہ یا درود شریف پڑھا وغیرہ وغیرہ۔ (البدور السافره)

اسی حیلے بہانے ہم بھی دلائل سے ثابت شدہ مسئلہ پر عمل کرتے ہوئے کفنی لکھتے ہیں کہ شاهاں چه عجب گر بنوازند گدارا!!

استدلال از احادیث مبارکہ: (۱) صحیح حدیث میں ہے کہ ایک دن حضور ﷺ تہبند شریف پہنے ہوئے تشریف لائے کسی نے وہ تہبند حضور ﷺ سے مانگ لیا۔ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ناگوار گزری چنانچہ اُس شخص کو ملامت کی۔ حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ ہوں، "قَالَ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلْتَهُ وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ"

(صحيح البخارى ، كتاب الجنائز ،الباب من استعدالكفن فى زمن النبى صلى الله عليه و سلم، الجزء٥، الصفحة ٢١،الحديث١١٩٨)

یعنی صحابہ کرام نے اس سے کہا کہ حضور ﷺ کو اس وقت تہبند کی ضرورت تھی اور سائل کو رد کرنا عادتِ کریمہ نہیں تم نے کیوں مانگ لیا؟

اب اس سائل کی عقیدت ومحبت اور پھر مسئلہ ہذا کی حقیقت ملاحظہ ہو وہ صحابہ کرام کو جواباً کہتے ہیں کہ وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهُ إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُونَ كَفَنِي قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ

(صحيح البخارى ،كتاب الجنائز ،الباب من استعدالكفن فى زمن النبى صلى الله عليه و سلم، الجزء٥، الصفحة ٢١،الحديث١١٩٨)

یعنی بخدا میں نے اُسے پہننے کے لئے نہیں لیا بلکہ اس لئے لیا ہے کہ یہ میرا کفن ہو۔

(یہ صحیح حدیث صحیح بخاری اور مشکوٰۃ شریف باب غسل المیت میں ہے اور یہ سائل بھی سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف یا سعد بن ابی وقاص ہیں رضی اللہ عنہما)

فائدہ: روایت کی صحت اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی عقیدت پر غور کریں اس کے بعد کفنی لکھنے کے منکرین کی مسلمان دشمنی کا یقین کرلیں جب کہ وہ مسلمانوں کو بدعت جیسی گندی لعنت سے ڈرا دھمکا کر میت کی نجات کے بجائے عذاب کے اسباب مہیا کرتے ہیں۔

(۲) صحیح بخاری وصحیح مسلم کی حدیث میں اُم عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ہم عورتیں حضور ﷺ کی صاحبزادی (حضرت زینب یا حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو غسل میت دے رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نہلا چکو حضور میں عرض کرنا۔ ہم نے بعد فراغت عرض کی، "فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ"

(صحيح البخارى ، كتاب الجنائز ،الباب مايستحب ان يغسل وترا، الجزء٤، الصفحة ٤٨٠،الحديث١١٧٦)

(صحيح البخارى ، كتاب الجنائز ،الباب فى غسل الميت، الجزء٥، الصفحة١٧، الحديث١٠٥٧)

یعنی حضور ﷺ نے اپنا تہبند مبارک ہماری طرف ڈال دیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ اُن کے بدن کے متصل کفن کے نیچے رکھو۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی ''اشعة للمعات'' میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں، ''دریںجا استجاب تبرك ست بلباس صالحین وآثار ایشاں بعد از موت در قبر چنانکه قبل از موت نیز هم چنیں بوده''

لمعات میں فرماتے ہیں: هٰذَالْحَدِيْثِ اَصْلٌ فِى التَّبَرُّكِ بِآثَارِ الصّٰلِحِيْنَ وَلِبَاسِهِمْ كَمَا يَفْعَلُه بَعْضَ مُرِيْدِى الْمَشَائِخِ مِنْ لُبْسِ اَقْمَصِهِمْ فِى الْقَبْرِ

(لمعات التنقیح شرح مشكوة المصابیح ، باب غسل المیت، فصل اول، جلد ٤،صفحه ٣١٨، مطبوعه المعارف العلمیه لاهور)

یعنی یہ حدیث اصل ہے اس مسئلہ کی صلحاء کی چیزوں اور ان کے لباس سے برکت حاصل کرنا ہے چنانچہ مشائخ کے کُرتے قبر میں پہنا دیتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ صلحاء کے لباس اور اُن کے تبرکات سے بعد وصال قبر میں برکت حاصل کرنا مستحب ہے جیسے ان کی حیات میں تھا یعنی موت سے پہلے۔

(۳) ابونعیم نے معرفة الصحابه میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بسند حسن عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ سیدنا علی کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد کو حضور ﷺ نے اپنی قمیص میں کفن دیا اور کچھ دیر ان کی قبر میں خود لیٹے پھر ان کو دفن کیا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا، ''إِنِّى أَلْبَسْتُها قَمِيصِى لِتَلْبَسَ مِنْ ثِيَابِ الْجَنَّةِ ، وَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا فِى قَبْرِهَا لِيُخَفَّفَ عَنْهَا مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ''

(معرفة الصحابة،جلد ١ ،صفحه ٢٧٨ تا ٢٨٩،الحدیث ٢٨٨،مطبوعه مكتبة دارمدینة منورة)

(مجمع الزوائد، كتاب البر والصلة،باب فی زوجاته وسراریه،الجزء ٤ ، الصفحة ٢١٩)

یعنی قمیص تو اس لئے پہنائی کہ ان کو جنت کا لباس ملے اور ان کی قبر میں آرام اس لئے فرمایا کہ ان سے تنگی قبر دور ہو۔

فائده: نبی پاک ﷺ کے اسی طریقۂ کار سے سلیم القلب انسان ماننے پر مجبور ہے کہ واقعی مقدس چیزیں قبر کی تنگی دور کرتی اور اس میں راحت وسرور بخشتی ہیں ہاں ہٹ دھرم ضدی نہ مانے تو اُس کا علاج نہ ہمارے ہاں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ نے ایسا علاج پیدا فرمایا ہے۔

(۴) ابن البر نے کتاب ''الاستيعاب فی معرفة الاصحاب'' میں فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بوقت انتقال

وصیت فرمائی کہ مجھ کو حضورﷺ نے اپنا ایک کپڑا عنایت فرمایا تھا وہ میں نے اُسی دن کے لئے رکھ چھوڑا ہے اس قمیص پاک کو میرے کفن کے نیچے رکھ دینا، ”وَخُذْ ذَالِكَ الشَّعْرَ وَالْاَظْفَارَ فَاجْعَلْهُ فِیْ فَمِیْ وَعَلٰی عَیْنِیْ وَمَوَاضِعِ السُّجُوْدِ مِنِّیْ“

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب علی ھامش الاصابه،جلد۳،الصفحة۳۹۹،مطبوعه دارصادر بیروت)

یعنی اوران مبارک بالوں اور ناخنوں کولو اوران کو میرے منہ میں اور میری آنکھوں پر اور میرے اعضاءِ سجدہ پر رکھ دینا۔

(۵) حاکم نے مستدرک میں حمید ابن عبدالرحمٰن رواسی سے نقل کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ مشک تھا وصیت فرمائی کہ مجھے اس سے خوشبو دینا اور فرمایا کہ یہ حضورﷺ کی خوشبو کا بچا ہوا ہے۔

(۶) ثابت البنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ”هٰذِهٖ شَعَرَةٌ مِنْ شَعَرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَعْهَا تَحْتَ لِسَانِیْ، قَالَ :فَوَضَعْتُهَا تَحْتَ لِسَانِهٖ، فَدُفِنَ وَهِیَ تَحْتَ لِسَانِهٖ.“

(الاصابة فی معرفة الصحابة ، کتاب حرف الالف، الباب الالف بعدھانون، جلد۱ ،صفحه۴۳)

یعنی یہ رسول اللہﷺ کا بال مبارک ہے اسے میری زبان کے نیچے رکھ دے میں نے رکھ دیا اور وہ یونہی دفن کئے گئے کہ موئے مبارک ان کی زبان کے نیچے تھا۔

(۷) امام ترمذی حکیم محمد ابن علی نے نوادرالاصول میں روایت کی کہ حضورﷺ نے فرمایا، ”مَنْ كَتَبَ هٰذَا الدُّعَاءَ وجَعَلَهٗ بَيْنَ صَدَرِ الْمَيِّتِ وَكَفْنِهٖ فِیْ رُقْعَةٍ لَمْ يَنَلْهُ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَايَرٰی مُنْكَرًا وَّنَكِيْرًا۔“

(نوادر الاصول،صفحه۲۱۷،مطبوعه دارالجیل بیروت)

یعنی جو شخص اس دعا کو میت کے سینے اور کفن کے درمیان کسی کاغذ میں لکھ کر رکھے تو اس کو عذابِ قبر نہ ہوگا اور نہ منکر نکیر کو دیکھے گا۔

وہ دعا یہ ہے، ”لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ. لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ. لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ“

(فتاویٰ اکبری لابن حجر مکی، الباب الجنائز ، جلد۲ ،صفحه۴ ،مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت)

ازالۂ وھم: ہمارے دور کے معتزلہ کی عادت ہے کہ ایسی روایات پر طعن و تشنیع کرتے ہیں یہ ان کی اسلام دشمنی کی دلیل ہے ورنہ آج کل کے ہزاروں علماء قرونِ سابقہ کے فقہاء وعلماء کے سامنے طفلِ مکتب کی حیثیت بھی نہیں رکھتے اس کا

انہیں اعتراف بھی ہے اور قرونِ سابقہ کے فقہاء وعلماء ان وہمیوں کے اوہام کا قلع قمع فرما گئے۔ چنانچہ فتاویٰ اکبری میں اس حدیث کو نقل فرما کر لکھا کہ ”اَنَّ ھٰذَالدُّعَاءَ لَہٗ اَصْلٌ وَّاِنَّ الْفَقِیْھَۃَ ابْنَ عَجِیْلٍ کَانَ یَاْمُرُبِہٖ ثُمَّ افتی بِجَوَازِ کِتَابَتِہٖ قِیَاسًا عَلٰی کِتَابَۃِ اللّٰہِ فِیْ نَعَمِ الزَّکٰوۃِ“

(فتاویٰ اکبری لابن حجر مکی، الباب الجنائز، جلد۲، صفحہ ٤، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

یعنی اس دعا کی اصل ہے اور فقیہ ابن عجیل اس کا حکم دیتے تھے اور اس کے لکھنے کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے اس قیاس پر کہ زکوٰۃ کے اُونٹوں پر ﷲ لکھا جاتا ہے۔

(۸) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی عہد نامہ پڑھے تو فرشتہ اُسے مہر لگا کر قیامت کے لئے رکھ لے گا جب بندے قبر سے اُٹھائے جائیں گے تو فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لا کر نداء کرے گا کہ عہد والے کہاں ہیں؟ ان کو وہ عہد نامہ دیا جائے گا۔ (نوادر الاصول للحکیم الترمذی)

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ یا کلمہ طیبہ لکھنا اسی طرح عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے خواہ تو انگلی سے لکھا جائے یا کسی اور چیز سے۔

بسم اللّٰہ کی برکت: فتاویٰ فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار میں ہے: أَوْصَی بَعْضُھُمْ أَنْ یُکْتَبَ فِی جَبْھَتِہِ وَصَدْرِہِ -بِسْمِ اللَّہِ الرَّحْمَنِ الرَّحِیمِ -فَفُعِلَ ثُمَّ رُئِیَ فِی الْمَنَامِ فَسُئِلَ فَقَالَ :لَمَّا وُضِعْتُ فِی الْقَبْرِ جَاءَتْنِی مَلَائِکَۃُ الْعَذَابِ ، فَلَمَّا رَأَوْا مَکْتُوبًا عَلَی جَبْھَتِی بِسْمِ اللَّہِ الرَّحْمَنِ الرَّحِیمِ قَالُوا : أَمِنْتَ مِنْ عَذَابِ اللَّہِ . (الدرالمختار، الجزء۲، الصفحہ۲٦۷)

یعنی کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ اُن کی پیشانی اور سینے پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم لکھ دیں۔ لکھ دی گئی پھر خواب میں نظر آئے حال پوچھنے پر فرمایا جب قبر میں رکھا گیا عذاب کے فرشتے آئے جب میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی دیکھی کہا تجھے عذابِ الٰہی سے امان ہے۔

فائدہ: شاہ عبدالحق اخبار الاخیار شریف میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ سیف الدین قادری قدس سرہٗ کے احوال میں فرماتے ہیں: چوں وقت رحلت قریب ترآمد فرمودند بعضی ابیات و کلمات کہ مناسب معنی عفو ومغفرت باشد در کاغذے نبویسی وبا کفن همراہ کنی یکے ایں رباعی ؎

دارم دل کے غمین بیامرز و مپرس	صد واقعہ در کمین بیامرز ومپرس
شرمندہ شوم اگر بپرسی عملم	ای اکرم اکرمین بیامرز و مپرس

ودیگر ایں بیت ؎

وفدت علی الکریم بغیر زاد		من الحسنات و القلب السلیم
فحمل الزاد أقبح کل شئی		اذا کان الوفود علی الکریم

وفرمودند کہ درجواب منکر و نکیر بنویس ربی اللّٰہ نبیی محمد وشیخی الشیخ عبدالقادر الجیلانی جل وعلا ﷺ و رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔

یعنی جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو فرمایا کہ بعض اشعار اور کلمات جو کہ عفو و بخشش کے مناسب ہوں کسی کاغذ پر لکھ کر میرے کفن میں ساتھ رکھا دینا چنانچہ دو رباعیاں لکھوائیں۔ رباعی ''میں حزین قلب ہوں مجھے بخش دے، سینکڑوں خطائیں مخفی رکھتا ہوں اے کریم مجھ سے مت پوچھ۔ اگر مجھ سے اعمال کا سوال کرے گا شرمسار ہوں گا فلہٰذا اے کریم میرے سے نہ پوچھ۔''

معمولات خیرالقرون: (۱) حدیث شریف میں ہے جسے امام ترمذی حکیم الٰہی سیدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے ''نوادر الاصول'' میں روایت کیا کہ خود حضور ﷺ نے فرمایا: ''مَنْ کتَبَ ھَذَا الدُّعَاء و جَعَلَہٗ بَیْنَ صَدَرِ الْمَیِّتِ وَکَفنِہٖ فی رُقْعَۃٍ لَمْ یَنَلْہُ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَایَرَی مُنْکَرًا وَّنَکِیْرًا۔''

(نوادر الاصول، صفحہ ۲۱۷، مطبوعہ دارالجیل بیروت)

یعنی جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے اُسے عذابِ قبر نہ ہو نہ منکر نکیر نظر آئیں۔

وہ دعا یہ ہے، ''لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُالْحَمْدُ. لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ''

(فتاویٰ اکبری لابن حجر مکی، الباب الجنائز، جلد۲، صفحہ ٤، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

یہ دعا لکھ کر فرمایا: ''اَنَّ ھَذَالدُّعَاءَ لَہٗ اَصْلٌ وَّاَنَّ الفَقِیْھَۃَ ابْنَ عَجِیْلٍ کَانَ یَاْمُرُبِہٖ

(فتاویٰ اکبری لابن حجر مکی، الباب الجنائز، جلد۲، صفحہ ٤، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) امام ترمذی موصوف الصدر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ہر نماز میں سلام کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ فاطِرَ السَّماواتِ وَالارضِ عالِمَ الغَیبِ وَالشَّھادَۃِ الرَّحْمنِ الرَّحِیم أعْھَدُ إلَیْکَ فی ھِذِہِ الدُّنْیا أنَّکَ انْتَ اللہ لا إلہَ إلاّ أنْتَ وَحْدَکَ لا شَریکَ لَکَ وَأنَّ مُحَمَّد صَلّی اللہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ عَبْدِکَ وَرَسُولِکَ، فَإنَّکَ إنْ تَکِلْنِی إلَی نَفْسِیْ تُقَرِّبْنِی مِنْ الشَّرّ وَتُبَاعِدْنِی مِنْ الْخَیْرِ وَإنِّی لَا أَثِقُ إلَّا

بِرَحْمَتِك فَاجْعَلْ لِی عِنْدِكَ عَهْدًا تُوَفِّینِیهِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَاد

(نوادر الأصول،الجزء٢،الصفحة٢٧٢)

فرشتے اُسے لکھ کر مہر لگا کر قیامت کے لئے اُٹھار کھے جب اللہ تعالیٰ اُس بندے کو قبر سے اُٹھائے فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لائے اور ندا کی جائے عہد والے کہاں ہیں انہیں وہ عہد نامہ دے دیا جائے۔

صحابی کا عمل: حضرت کثیر بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور صحابی ہیں خود اپنے کفن پر کلمہ شہادت لکھا۔(رواہ الترمذی الحکیم فی نوادر الاصول)

فائدہ: (۱) یعنی یہ لکھوایا کہ یَشْهَدُ كَثِیرُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

(المعجم الكبير للطبرانی،الجزء٢٢،الصفحة٣٩٩،الحديث٩٩٦،مكتبة العلوم والحكم،الموصل)

کلمہ شہادت کفن پر لکھنے کا ثبوت صحابی سے ملا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور علم حدیث کا قاعدہ ہے کہ جو مسئلہ عقل سے وراء ہو وہ ایجاد بندہ پر محمول نہیں کیا جاتا بلکہ اُسے بھی ارشادِ نبوی یعنی وحی خداوندی سے تصور کیا جاتا ہے اور یہ مسئلہ عقلیات سے نہیں بلکہ ان اُمور سے ہے جنہیں براہ راست نبوت سے تعلق ہے۔

(۲) اگر حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا نظریہ بھی مانا جائے تب بھی با ارشادِ نبوی: أَصْحَابِی كَالنُّجُومِ ، بِأَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ (كشف الخفاء ، الجزء١،الصفحه١٣٢)

ہماری تائید کے لئے کافی ہے۔

تابعی کا معمول: امام اجل طاؤس تابعی شاگرد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ اُنہوں نے اپنے کفن میں عہد نامہ لکھے جانے کی وصیت فرمائی اور حسب وصیت اُن کے کفن میں لکھا گیا۔ چنانچہ نوادر الاصول میں امام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا: وَعَنْ طَاؤس اَنَّهٗ اَمَرَبِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ فَكُتِبَ فِیْ كَفْنِهٖ۔

(الحرف الحسن،صفحه٤،مطبوعه بريلى شريف)

یعنی امام طاؤس کی وصیت سے یہ عہد نامہ ان کے کفن میں لکھا گیا۔

اقوالِ فقہاء و علماء: (۱) حضرت امام فقیہ ابن عجیل رحمۃ اللہ علیہ نے دعائے عہد نامہ کی نسبت فرمایا:

اذا كتب هذا الدعاء وجعل مع الميت فی قبره وقاه الله فتنة القبر وعذابه

(فتاوی كبری ،بحواله ابن عجيل ،باب الجنائز ،جلد٢،صفحه ٤،مطبوعه رالكتب العلمية بيروت)

یعنی جب یہ لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں رکھ دیں تو اللہ تعالیٰ اُسے سوال نکیرین وعذابِ قبر سے امان دے۔

(۲)امام موصوف فرماتے ہیں: من کتب هذاالدعاء فی کفن المیت رفع الله عند العذاب الٰی یوم ینفخ فی الصور وھوھذا

(فتاوی کبری ،بحواله ابن عجیل ،باب الجنائز ،جلد۲ ،صفحه ٤ ،مطبوعه رالکتب العلمیة بیروت)

یعنی جو یہ دعا میت کے کفن میں لکھے اللہ تعالیٰ قیامت تک اُس سے عذاب اُٹھا لے۔

اور وہ دعا یہ ہے: اللھم انی اسألك یاعالم السریا یاعظیم الخطر یاخالق البشر یاموقع الظفر یامعروف الاثر یا ذاالطول والمن یاکاشف الضرو المحن یااله الاولین و الاٰخرین فرج عنی ھمومی واکشف عنی غمومی و صل اللهم علٰی سیدنا محمد وسلم

(فتاوی کبری ،بحواله ابن عجیل ،باب الجنائز ،جلد۲ ،صفحه ٤ ،مطبوعه رالکتب العلمیة بیروت)

(۳) حضرت امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک تسبیح کی نسبت جسے کہا جاتا ہے کہ اُس کا فضل اُس کی برکت مشہور ومعروف ہے۔ بعض علمائے دین نے نقل کیا کہ من کتبه و جعله بین صدر ا لمیت و کفنه لاینا له عذاب القبر و لا ینا له منکر و نکیر وله شرح عظیم وھو دعاء الانس

(فتاوی کبری ،بحواله ابن عجیل ،باب الجنائز ،جلد۲ ،صفحه ٤ ،مطبوعه رالکتب العلمیة بیروت)

جو اُسے لکھ کر میت کے سینہ اور کفن کے بیچ میں رکھ دے اُسے عذابِ قبر نہ ہو اور نہ منکر نکیر اُس تک پہنچیں

(۴)''وجیز امام کروری کتاب الاستحان'' میں ہے: ذکر الامام الصفار لو کتب علی جبهة المیت او علی عمامة او کفن عهد نامه یرجی ان یغفرالله تعالٰی للمیت ویجعله امنا من عذاب القبر۔

(فتاوی بزازیه علی هامش فتاوی هندیه کتاب الاحسان ،جلد٤ ،صفحه٣٧٦،
مطبوعه نورانی کتب خانه پشاور)

یعنی امام صفار نے فرمایا کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامے یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے تو اُمید ہے کہ خدا میت کی بخشش فرمادے اور عذابِ قبر سے امن دے۔

(۵)''درمختار، جلد اول، باب الشہید'' سے کچھ قبل ہے: كُتِبَ عَلَى جَبْهَةِ الْمَيِّتِ أَوْ عِمَامَتِهِ أَوْ كَفَنِهِ عَهْدُ نَامَهْ يُرْجَى أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لِلْمَيِّتِ .

(درمختار باب صلوۃ الجنائز ،جلد١ ،صفحه١٢٤ ،مطبوعه مجتبائی دهلی)

یعنی میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا تو اُمید ہے کہ رب تعالیٰ اُس کی مغفرت فرمادے۔

(٦)''فتاویٰ بزازیہ میں کتاب الجنت'' سے کچھ قبل ہے: ذکر الامام الصفار لو کتب علی جبهة المیت او

على عمامة او كفن عهد نامه يرجى ان يغفر الله تعالى للميت ويجعله امنا من عذاب القبر۔ قال نصير هذه رواية فى تجويز وضع عهدنامه مع الميّت وقدروى انه كان مكتوبا على افخاد افراس فى اصطبل الفاروق رضى الله تعالىٰ عنه، حبس فى سبيل الله

(فتاوى بزازيه على هامش، فتاوى هنديه كتاب الاحسان،جلد ٤،صفحه ٣٧٩،

مطبوعه نورانى كتب خانه پشاور)

یعنی اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پرعہد نامہ لکھا تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کی بخشش کردے اور اُس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھے امام نصیر نے فرمایا کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ لکھنا جائز ہے اور مروی ہے کہ فاروق اعظم کے اصطبل کے گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا۔ حبس فى سبيل الله

(۷) شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کے فتاویٰ میں ہے: شجره در قبر نهادن معمول بزرگان است لیکن ایں رادوطریق است اول اینکه برسینه مرده درون کفن یا بالائے کفن گزارند ایں طریق رافقہامنع می کنند ومیگویند که ازبدن مرده خون دریم سیلان می کند و موجب سوئے ادب باسمائے بزرگان میشود وطریق دوم این ست که جانب سر مرده اندرون قبر طاقچۂ بگزارند ودراں کاغذ شجره رانهند

یعنی قبر میں شجرہ شریف رکھنا بزرگانِ دین کا معمول ہے لیکن اس کے دوطریقے ہیں ایک یہ کہ مردے کے سینہ پر کفن کے اوپر یا نیچے رکھیں اس کو فقہاء منع کرتے ہیں۔

﴿اعتراضات کے جوابات﴾

سوال: علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شامی، جلد اول، باب التشہد'' سے کچھ قبل کفن پر لکھنے کو منع فرمایا۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ عزیزیہ میں اس کو منع فرمایا کیونکہ جب میت پھولے پھٹے گی تو اس کے پیپ وخون میں یہ حروف خراب ہونگے اوران کی بے ادبی ہوگی لہٰذا یہ ناجائز ہے۔

جواب: (۱) علم المناظرہ کا قانون ہے کہ دلیل دعویٰ کے مطابق نہ ہوتو وہ دلیل بیکار ہوجاتی ہے اور یہاں دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ قبر میں کسی قسم کی تحریر رکھنا جائز نہیں مگر اس دلیل سے معلوم ہوا کہ روشنائی یا مٹی سے لکھ کر کفن میں رکھنا منع ہے اور اگر انگلی سے میت کی پیشانی یا سینے پر کچھ لکھ دیا یا کہ عہد نامہ قبر میں طاقچہ میں رکھ دیا تو جائز اس

میں حرفوں کی بے ادبی کا اندیشہ نہیں لہٰذا یہ اعتراض کافی نہیں ۔ چنانچہ امام شامی رحمۃ اللہ علیہ اسی مقام پر فرماتے ہیں:

نَعَمْ نَقَلَ بَعْضُ الْمُحَشِّينَ عَنْ فَوَائِدِ الشَّرْجِيِّ أَنَّ مِمَّا يُكْتَبُ عَلَى جَبْهَةِ الْمَيِّتِ بِغَيْرِ مِدَادٍ بِالْأُصْبُعِ الْمُسَبِّحَةِ -بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ -وَعَلَى الصَّدْرِ لَا إلَهَ إلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ، وَذَلِكَ بَعْدَ الْغُسْلِ قَبْلَ التَّكْفِينِ ۔ (درمختار باب صلوة الجنائز،جلد ١،صفحه ١٢٤،مطبوعه مجتبائی دهلی)

یعنی بعض محققین نے فوائدالشرجی سے نقل کیا کہ میت کی پیشانی پر انگلی سے بغیر روشنائی لکھا جائے ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم'' اور سینے پر لکھ دیا جائے ''لَا إلَهَ إلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّه'' اور یہ تحریر غسل کے بعد کفن دینے سے پہلے ہو۔

ہماری اس تصریح سے واضح ہوا کہ امام شامی رحمۃ اللہ علیہ کفنی لکھنے کے قائل ہیں لیکن مخالفین نے دھوکہ دیتے ہوئے کچھ کا کچھ کہہ دیا۔

علاوہ ازیں خود امام شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ بزازیہ سے فتویٰ جواز نقل فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ اکابر حنفیہ جواز کے قائل ہیں جیسا کہ فقیر اُویسی غفرلہ نے پہلے خود امام شامی ودیگر اکابر احناف اہلسنت رحمہم اللہ کی تصریحات نقل کی ہیں۔

ایسے ہی شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جواب ہے کیونکہ وہ حنفی تھے اور حنفیوں کے مذہب کے خلاف وہ کب لکھ سکتے ہیں اور پھر ہم نے پہلے ان کی تصانیف سے جواز کے حوالہ جات لکھے ہیں۔

سوال: ''مشکوٰۃ ،باب غسل ا لمیت'' میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ عبداللہ بن اُبی کی قبر پر تشریف لائے جبکہ قبر میں رکھا جاچکا تھا اُس کو نکلوایا اُس پر اپنا لعاب دہن ڈالا اور اپنی قمیص مبارک اُس کو پہنائی۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جب حضور سرورِ عالم ﷺ کا کرتہ مبارک عبداللہ بن اُبی کو فائدہ نہ دے گا تو باقی بزرگوں کے لباس یا شجرۂ سلسلۂ مشائخ وغیرہ کے فائدے کا خیال کرنا بے وقوفی ہے۔

جواب: (ا) ہم کہتے ہیں نبی پاک ﷺ کے دشمن اور آپ ﷺ کے گستاخ کو تبرکات سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور نبی اکرم ﷺ نے اسی عقیدہ کو واضح کرنے کے لئے عمداً ایسے کیا تاکہ رہتی دنیا تک کے مسلمان اُمتی یقین کریں کہ ایمان سے محروم انسان کو تبرکات سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ بن ابی سلول کی منافقت اور اس کے جہنمی ہونے کا یقین تھا اور کرتہ عطا فرمانے اور لعابِ دہن ڈالنے میں حکمتیں تھیں جنہیں ہم نے "احسن التحریر فی تقاریر دورۂ تفسیر" میں وضاحت سے لکھا ہے باوجود اینہمہ (اس کے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ عطا فرمانے سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ متبرک اشیاء میت کے ساتھ دینا جائز ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لڑکے کے اصرار کے باوجود ہرگز ایسا نہ کرتے کیونکہ جو امر ناجائز ہو اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کرتے۔

(۳) اس سے تو ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مختار کل ہونے کا ثبوت ملا کہ جہاں اپنے متعلقات میں باذن اللہ وعطاء منافع پہونچا سکتے ہیں وہاں ان سے منافع کا سلب بھی فرما سکتے ہیں۔ ہم نے سابقاً متعدد روایات لکھی ہیں جن میں تصریح ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متعلقات کے لئے فرمایا کہ ان سے میت کو قبر میں راحت وسرور نصیب ہو گا جیسا کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کو اپنی قمیص مبارک دے کر فرمایا کہ إِنِّي أَلْبَسْتُهَا قَمِيصِي لِتَلْبَسَ مِنْ ثِيَابِ الْجَنَّةِ

(معرفة الصحابة، جلد ۱، صفحه ۲۷۸ تا ۲۷۹، رقم الحديث ۲۸۸، مطبوعه مكتبة دارمدينة منورة)

(مجمع الزوائد، جلد ۹، صفحه ۲۵۷، مطبوعه دارالكتاب العربي بيروت)

یعنی میں اُسے قمیص اس لئے پہنا رہا ہوں تا کہ اُسے بہشت میں بہشتی لباس عطا ہو۔

اس معنی پر یہی کہا جائے گا کہ لعابِ دہن کو ملائکہ نے منافق میں جذب نہ ہونے دیا ہو گا اور قمیص مبارک کے برکات بھی سلب کر لئے ہوں گے وغیرہ اور اُس کی نظیر شرعاً موجود ہے۔ وہ یہ انبیاء علیہم السلام کے نطفے پاک اور دوزخ میں جانے کے لائق نہیں لیکن نوح علیہ السلام کا لڑکا کنعان جہنم میں جائے گا وہاں بھی یہی تاویل کرنی پڑے گی ورنہ اسلامی عقائد میں تضاد کیسا۔ یہاں بھی تضاد ایسے ہی رفع ہو گا جبکہ صحابہ کرام کو تبرکات عطا ہوئے اور صحابہ کرام وتابعین سے تبرکات حصول برکات کا اثبات ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور یہاں صرف معمولی وہم سے انکار کا کیا معنی۔

فائدہ: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منافق کو تبرکات عطا کرنے کے کئی وجوہ ہیں۔ چند ایک ہم یہاں عرض کر دیتے ہیں

(۱) اس کا بیٹا مخلص مومن تھا جس کی دلجوئی منظور تھی۔

(۲) اس نے ایک بار حضرت عباس کو اپنی قمیص پہنائی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ میرے چچا پر اس کا احسان نہ رہ جائے۔

(۳) اپنے رحمت عالم ہونے کا ثبوت دیا کہ یہ منافق زندگی بھر غیظ وغضب کا مظاہرہ کرتا رہا لیکن ہم اس کی موت پر خوش نہیں بلکہ حقوق انسانی کے تحت اس کی وصیت پوری کر رہے ہیں کہ نہ صرف جنازہ میں شرکت کی بلکہ اپنے دوسرے

دوستوں کی طرح اس کے ساتھ بھی نوازشیں فرمارہے ہیں۔

سوال: کفنی لکھنے کا کیا فائدہ ہم اُس وقت مانیں جب قبر میں جانے والا پڑھا لکھا ہو پھر موت تو پڑھائی لکھائی تمام بھلا دیتی ہے یعنی مرنے کے بعد پڑھنا کیسا؟

جواب: یہ اہل سنت کے ضابطۂ اسلام کے قواعد واصول سے روگردانی کے بین دلائل ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک موت کے بعد انسان کے قویٰ ومشاعر میں بجائے ختم ہو جانے کے اضافہ ہو جاتا ہے مثلاً ہم بند مکان میں باہر سے کچھ نہیں دیکھ سن سکتے لیکن مردہ سنتا دیکھتا ہے اور پھر برزخ ایک ایسا علاقہ ہے جہاں ان پڑھ سب کچھ پڑھ سکتا ہے چنانچہ ہم عربی زبان کو عرصہ تک سیکھتے رہتے ہیں لیکن میت قبر میں جاتے ہی عربی جانتا بولتا ہے جیسا کہ منکر نکیر کے عربی سوالات اور مردے کے جوابات دلالت کرتے ہیں اور قرآن مجید میں ہے: اِقْرَاْ كِتٰبَكَ (پارہ ۱۵، سورۃ الاسراء، ایت ۱۴)

ترجمہ: فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ پڑھ۔

یہ خطاب ہر انسان کو ہے پڑھا ہوا ہو یا ان پڑھ۔ اسی لئے مخالفین کا یہ اعتراض لغو محض اور خالص جہالت پر مبنی ہے۔

﴿نجاست کی تلویث کے جوابات﴾

جواب ۱: میت کے پھولنے پھٹنے کا بھی محض وہم اور غلط خیالی پر مبنی ہے اور ظن فاسد پر مسائل کی بنیاد کھڑی رکھنا اگرچہ اس پارٹی کا عام شیوہ ہے حالانکہ احکام شرعیہ کو محض گمان فاسد پر نہیں مرتب کیا جاتا بلکہ ان کے لئے یقین محکم چاہیے جب میت کے پھولنے پھٹنے کا یقین نہیں تو پھر مسئلہ کا ترتب کیسا۔

جواب ۲: ہمارا بلکہ ان کا بھی مشاہدہ ہے کہ بہت سی میتیں نہیں پھولتی پھٹتیں تو صرف بے ادبی کے وہم سے مردہ کو فائدہ سے محروم رکھنا مسلمانوں سے دشمنی اور عداوت کا ثبوت دینا ہے کیونکہ ہم تو چاہتے ہیں کہ ایک غریب الوطن مسافر ہیبت ناک علاقہ میں جا رہا ہے تو اس کی نجات کا سبب تلاش کیا جائے اور بفضلہٖ تعالیٰ اس کی نجات وبخشش کے لئے کفنی لکھنا بھی ایک بہترین سبب ہے تو جو روکتا ہے وہ اُس کا دشمن معلوم ہوتا ہے جس کا ہر مسلمان کو دکھ ہونا چاہیے اور افسوس کرنا چاہیے کہ زندہ سے دشمنی تو ہو سکتی ہے لیکن وہ کون سا بے درد ہوگا جو مردے سے بھی دشمنی کرتا ہے۔

جواب ۳: ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ

(۱) صحابہ کرام نے اپنے کفنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات رکھنے کی وصیت کی۔

(۲) خود حضور ﷺ نے اپنا تہبند شریف اپنی لختِ جگر زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے کفن میں رکھوایا۔

(۳) حضرت طاؤس نے اپنے کفن پر دعائیہ کلمات لکھنے کی وصیت کی۔

کہیئے کیا یہاں خون و پیپ میں لتھڑنے کا اندیشہ نہ تھا؟ یا کہ یہ چیزیں معظم نہ تھیں۔

تحقیقی جوابات: (۱) متبرک چیزوں کا نجاست میں ڈالنا حرام ہے لیکن اگر کوئی شخص اچھی نیت سے پاک جگہ ضرور تار کھے تو صرف احتمال تلوث سے وہ نا جائز نہ ہوگا اس کے بہت سے دلائل ہیں۔ آبِ زمزم نہایت متبرک پانی ہے اس سے استنجاء کرنا حرام ہے مگر اس کا پینا جائز، آیاتِ قرآنیہ لکھ کر دھو کر پینا مباح، حضور ﷺ کا پس خوردہ مبارک کھانا پینا حلال حالانکہ یہ پیٹ میں پہنچ کر مثانہ میں جاتے ہیں اور وہاں سے پیشاب بن کر خارج ہوں گے۔

(۲) پہلے باب میں ہم نقل کر چکے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصطبل کے گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا **حبس فی سبیل اللہ۔** حالانکہ وہاں لکھنے میں پیشاب کی چھینٹیں پڑنے کا احتمال قوی ہے۔ گھوڑے نجس زمین پر بھی لوٹتے ہیں مگر اس کا اعتبار نہ ہوا۔ اسی دلیل سے امام نصیر اور امام صفار جو کہ احناف کے بڑے جلیل القدر امام ہیں اس تحریر کو جائز فرماتے ہیں۔

تائیداً چند اقوال وہاں لکھے تھے چند اب بھی ملاحظہ ہوں۔

(۱) ''فتاویٰ اکبریٰ للمکی'' میں ہے: ''أَفْتَى بِجَوَازِ كِتَابَتِهِ قِيَاسًا على كِتَابَةِ اللّٰهِ فِى نَعَمِ الزَّكَاةِ''

(فتاویٰ اکبری لابن حجر مکی، الباب الجنائز، جلد۲، صفحه٤، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت)

یعنی امام فقیہ نے (ابن عُجیل) دعا وغیرہ کے لکھنے کے جواز پر فتویٰ دیا اس قیاس پر کہ زکوٰۃ کے جانوروں پر ''للہ'' لکھا جاتا ہے۔

فائدہ: امام موصوف کا مطلب یہ ہے کہ متبرک الفاظ حصول برکت وغیرہ کے لئے لکھنا جائز ہے اگر لکھی ہوئی شئے کے لئے نجاست کا احتمال بھی ہو جیسا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکوٰۃ کے جانوروں پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھوایا۔

جانوروں پر لکھنے کو مقیس علیہ بنا کر آئمہ احناف نے کفنی وغیرہ لکھنا جائز رکھا ہے۔

(۲) امام موصوف کی تائید میں صاحب فتاویٰ کبریٰ نے دوسرے آئمہ کے متعلق لکھا کہ ''وَأَقَرَّهُ بَعْضُهُمْ بِأَنَّهُ قِيلَ يُطْلَبُ فِعْلُهُ لِغَرَضٍ صَحِيحٍ مَقْصُودٍ فَأُبِيحَ وَإِنْ عُلِمَ أَنَّهُ يُصِيبُهُ نَجَاسَةٌ''

(فتاوی ابن حجر مکی، باب الجنائز، جلد۲، صفحه ۱۲، دارالکتب العلمیة بیروت)

یعنی اس فتویٰ کو بعض دیگر علماء نے پرکھا اور اُس کی تائید میں بعض اور علماء نے نقل کیا کہ غرض صحیح سے ایسا کرنا مطلوب ہوگا اگرچہ معلوم ہو کہ اُسے نجاست پہنچے گی۔

مزید تائید: نجاست کا احتمال اور وہ بھی صرف احتمال ہے جس کو مخالف غلط طریقہ سے دلیل بنا کر اہل اسلام کو قبر کے مہیب اور خطرناک سفر کی آسانی سے محروم کر رہا ہے حالانکہ احتمالِ نجاست تو کیا نجاست کے یقین پر بھی انسان کی اُخروی بلکہ دنیوی فوائد کے لئے شارع علیہ السلام اور صحابہ کرام ومشائخ عظام رحمہم اللہ نے آیاتِ قرآنی اور کلماتِ طیبہ کے لکھنے اور پینے پلانے کا حکم صادر فرمایا ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں

(۱) دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ

اذاعسرت علی المرأة ولادتها خذ اناء نظیفا فاکتب علیه قوله تعالٰی ، کانهم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعة من نهار بلغ، فهل یهلك الاالقوم الفٰسقون کانهم یوم یرونها لم یلبثو الا عشیة او ضحٰها لقد کان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب، ثم یغسل وتسقی منه المرأة وینضح علٰی بطنها وفرجها۔

(کنز العمال بحواله السنی عن ابن عباس،جلد ۱۰، الصفحة ٤٤، الحدیث ۲۸۳۸۱،مؤسسته الرسالة بیروت)

یعنی جس عورت کو جننے میں دشواری ہو پاکیزہ برتن پر یہ آیات لکھ کر دھو کر پلائیں اور اس کے پیٹ اور فرج پر چھڑکیں۔

اذکره فی نزهة الاسرار ناقلا عن تفسیر بحر العلوم للنسفی رحمة الله۔ (حاشیہ الحرف الحسن)

(۲) عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دردزہ کے لئے فرمایا: تکتب لها شیء من القراٰن وتسقی

(قول عبدالله ابن عباس)

یعنی قرآن مجید میں سے کچھ لکھ کر عورت کو پلائیں۔

امام احمد بن حنبل اس کے لئے حدیث ابن عباس دعائے کرب اور دو آیتیں تحریر فرمایا کرتے تھے:

لَا إِلَهَ إِلَا اللَّهُ الْحَلِیمُ الْكَرِیمُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِینَ كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰهَا [۱] كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَ لَمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ [۲]

(مواهب اللدنیه ، کتابات الآلام اخری،جلد۳،صفحه۴٤۳ ،المکتب الاسلامی بیروت)

(مدارج النبوّة ،باب ششم ،معجزات آنحضرت صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم (رقیه عسرولادت)، جلد۱ ،صفحه ۲۳۵ ،مکتبه نوریه رضویه سکّهر)

---

[۱] كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَهَا لَمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰهَا (پارہ۳۰،آیت النازعات،سورة۴۶)

ترجمہ: گویا جس دن وہ اسے دیکھیں گے دنیا میں نہ رہے تھے مگر ایک شام یا اس کے دن چڑھے۔

[۲] كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَ لَمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ (پارہ۲۶،آیت الاحقاف،سورة۳۵)

ترجمہ: گویا وہ جس دن دیکھیں گے جو انہیں وعدہ دیا جاتا ہے دنیا میں نہ ٹھہرے تھے مگر دن کی ایک گھڑی بھر۔

ان کے صاحبزادہ جلیل امام عبداللہ بن احمد اُسے زعفران سے لکھتے۔امام حافظ ثقہ احمد بن علی ابوبکر مروزی نے کہا میں نے ان کو بارہا اسے لکھتے دیکھا۔

رواہ الامام الثقة الحافظ ابوعلی الحسن بن علی الخلال المکی

(مدارج النبوّۃ ،باب ششم ،معجزات آنحضرت صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و سلم (رقیہ عسرولادت)، جلد ۱،صفحہ ۲۳۵ ،مکتبہ نوریہ رضویہ سکّھر)

(۳)اسی طرح قرآن عظیم مثل سورۂ فاتحہ وآیاتِ شفاء وغیرہا بالغرض شفاء لکھ کر دھو کر پینا سلفاً خلفاً بلانکیر رائج ہے حالانکہ معلوم ہے کہ پانی جزوبدن نہیں ہوتا اوراس کا مثانہ سے گزرکر آلاتِ بول سے نکلنا ضرور ہے بلکہ خودزمزم شریف کیا متبرک نہیں۔درمختار میں ہے: يُكْرَهُ اِلاسْتِنْجَاءُ بِمَاءِ زَمْزَمَ لَا اِلاغْتِسَالُ .

(درمختار ،باب الھدٰی،جلد ۱ ،صفحہ ۱۸۴ ،مطبوعہ مطبع مجتبائی دھلی)

رد المحتار میں ہے کہ وكذا ازالة النجاسة الحقيقة من ثوبه او بدنه حتى ذكر بعض العلماء تحريم ذلك

(ردالمحتار،باب الھدٰی،جلد۲،صفحہ ۲۵۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ مصر)

اوراس کا پینا اعلیٰ درجہ کی سنت ہے بلکہ کوکھ بھر کر پینا ایمانِ خالص کی علامت ہے۔

تاریخ بخاری وسنن ابن ماجہ وصحیح مستدرک میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں: إِنَّ آيَةَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُنَافِقِينَ إِنَّهُمْ لَا يَتَضَلَّعُونَ مِنْ زَمْزَمَ

(سنن ابن ماجه، كتاب المناسك،باب الشرب من زمزم،الجزء۹،الصفحة ۱۸۱،الحديث۳۰۵۲)

یعنی ہم میں اورمنافقوں میں فرق کی نشانی یہ ہے کہ وہ کوکھ بھر کر آبِ زمزم نہیں پیتے۔

بہرحال مقدس ومتبرک اشیاء کونجاست میں ڈالنا حرام ہے لیکن ان سے برکت حاصل کرنا جائز بلکہ مستحب ومستحسن ہے کسی احتمال اورفسادی وہم کے خیال سے عدم جواز کی کوئی صورت نہیں۔

سوال: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فاروق اعظم کے گھوڑوں کی یہ تحریر امتیاز کے لئے تھی لہٰذا اس کا حکم اور ہوگیا

جواب: حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کئی وجوہ سے قابل اعتماد نہیں۔

(ا)فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھوڑوں پر متبرک کلام لکھنا جس مقصد کے لئے ہو حروف تو مقدس تھے نیت کے فرق سے حروف کا حکم نہیں بدلتا۔

(۲) حضرت علامہ ابن حجر کا قول ہماری پیش کردہ احادیث اور عمل صحابہ کرام اور اقوال آئمہ کرام کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

(۳) حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المذہب اور غیر مجتہدین جو ہم احناف کے لئے قادح نہیں ہاں کسی حنفی مجتہد کا قول ہوتا تو پھر ہم اس کے جواب کا سوچتے۔

(۴) علماء کے قول سے استحباب یا جواز ثابت ہوسکتا ہے مگر کراہت کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہے جیسا کہ اُصول فقہ میں ہے تو ان اقوال میں قول استحباب قابل قبول ہے نہ کہ قول کراہت کیونکہ بلا دلیل ہے۔

عقلی دلائل: (۱) عالم دنیا کا قاعدہ ہے کہ دور کا مسافر یا گورنمنٹ کے دفاتر سے ناواقف اگر کسی بڑے آدمی یا اُونچے عہدیدار کا خط ساتھ رکھتا ہو تو وہ منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد اپنے ساتھ والے خط کی وجہ سے حصول مقصد سے بے خوف وخطر ہوتا ہے یونہی مسافر آخرت اور قبر کے مہمان کا حال ہوتا ہے کہ جب سمجھتا ہے کہ اب میں اپنے اہل وعیال، ملک و مال، گھر بار اور آباد علاقہ سے نکل کر مہیب جگہ میں پہنچا ہوں جہاں کوئی ساتھی نہ دوست بلکہ ماں باپ، بہن بھائی، عزیز رشتہ دار اور آل واولاد ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔ اس غمگینی اور پریشانی کے عالم میں اپنے جرائم وخطاؤں کو یاد کرتا ہے تو رسوائی کے مارے سر جھکا دیتا ہے۔ اب منکر نکیر بھی سوالات شروع کر دیتے ہیں اس پر ہم اہل سنت نے اپنے جانے والے مسافروں کے ہاتھ میں عہدنامہ یا شجرہ سلسلہ اولیاء یا کوئی اور کلمات طیبات پکڑا دیتے ہیں تو خط لانے والے مسافر کی طرح یہ بھی بے خطر ہو کر نکیرین سے گھبراتا نہیں بلکہ نڈر اور بے باک ہو کر ان کے سوالات کے جوابات دیتا ہے اور میت کے لئے قبر کی منزل میں سوالات کے صحیح صحیح جوابات دے دینا بہت بڑی کامیابی ہے اور یہی ہمارا مطلوب ہے اور صحیح صحیح جوابات اس کی کفنی پر مرقوم ہیں جنہیں وہ سینے پر پڑے ہوئے کفن سے پڑھ کر کہہ دے گا۔

لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ

(۲) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ کیا قبر میں ہمارے حواس اپنی اصلی حالت پر رہیں گے یا بدل جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حواس اپنے حال پر رہیں گے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا پھر تو ہم انشاء اللہ کامیاب ہو جائیں گے۔

اس واقعہ کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الحاوی للفتاویٰ میں لکھا ہے اس معنی پر جب میت کو یقین ہوگا کہ نکیرین کو لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ پڑھ کر جواب دینا ہے تو وہ اپنے سامنے لکھے ہوئے کفن سے نکیرین کے سوالات کا جواب دیگا۔

(۳)احادیث مبارکہ قبر کے باہر سے میت کو تلقین کرنے کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اُس کے کان میں پہنچ جائے تو اس امتحان میں کامیاب ہو تو وہی اللہ کا نام لکھا ہوا دیکھ کر بھی مردے کو جوابِ نکیرین یاد آنے کی اُمید ہے تو یہ بھی ایک قسم کی تلقین ہے اور حدیث لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ میں تلقین مطلق ہے ہر طرح درست ہے لکھ کر یا کہہ کر۔

(۴)احادیث پاک سے ثابت ہے کہ قبر پر سبز چھڑی اور گھاس وغیرہ رکھنے سے میت کو عذابِ قبر سے تخفیف ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

جب قبر کے اوپر سبز گھاس و پھول کی تسبیح سے میت کو فائدہ پہنچ سکتا ہے تو قبر کے اندر جو تسبیح وغیرہ لکھی ہوئی ہو اُس سے فائدہ کیوں نہ پہنچے گا؟ ضرور پہنچے گا اور اُس کا شاہد عدل موجود ہے کہ پیشانی پر بسم اللہ لکھی تھی تو نجات نصیب ہوئی اور ہم کفن پر اللہ تعالیٰ اور رسول پاک کا (صلی اللہ علیہ وسلم) نام اقدس لکھتے ہیں یعنی کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت یا عہد نامہ دیتے ہیں اور عہد نامہ پر یہی کچھ ہے اور بزرگوں کے سلسلہ یا شجرہ پر اللہ والوں کا نام ہوتا ہے اور اللہ والوں کے نام کی برکت سے مصیبت ٹلتی ہے، جلی ہوئی آگ بجھتی ہے، گھبرایا ہوا دل قرار پاتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت ۲۸)

ترجمہ: سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

شفاء شریف وغیرہ میں ذکر اللہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام مراد لئے گئے ہیں اور ہمارے دور کے معتزلہ اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اولیاء کے کمالات و کرامات کے منکر ہیں لیکن بنی اسرائیل کے اولیاء کے کمالات کے قائل ہیں۔

بنی اسرائیل کے اولیاء میں اصحابِ کہف ہیں ان کی مندرجہ ذیل کرامات تا حال ہیں چنانچہ تفسیر نیشاپوری، تفسیر جمل علی الجلالین اور روح البیان سورۂ کہف زیر آیت مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ (پارہ ۱۵، سورۃ الکھف، آیت ۲۲)

﴿**ترجمہ**: انہیں نہیں جانتے مگر تھوڑے۔﴾ اور تفسیر صاوی شریف میں اسی آیت کے ماتحت ہے کہ اصحابِ کہف کے نام اتنے جگہ کام آتے ہیں۔

(۱) گمی چیز تلاش کرنا۔

(۲) جنگ کے وقت اور بھاگتے وقت۔

(۳) آگ بجھانے کے لئے ایک کاغذ پر لکھ کر آگ میں ڈال دو۔

(۴) بچہ کے رونے کے وقت لکھ کر گہوارے میں بچہ کے سر کے نیچے رکھ دیئے جائیں۔

(۵) کھیتی کے لئے کسی کاغذ پرلکھ کرلکڑی میں لگا کر درمیانِ کھیت میں کھڑی کردی جائے۔

(٦) بخاراوردردِسر کے لئے۔

(۷) حاکم کے پاس جانے کےوقت سیدھی ران پر باندھے۔

(۸) جب بچہ پیداہونے میں دشواری ہورہی ہوتو عورت کی بائیں ران پرلکھ کرباندھے۔

(۹) مال کی حفاظت کے لئے۔

(۱۰) دریامیں سوارہوتے وقت اورقتل سے بچنے کے لئے۔

(ازالحرف الحسن وتفسیرخزائن العرفان وجمل)

عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اصحابِ کہف سات ہیں۔ یملیخا، مکشلیینا، مرنوش، مشیلینا، دبرنوش، شاذنوش، مرطوش۔

دیگرفوائداصحابِ کہف فقیرنے اپنی تفسیرمیں لکھے ہیں۔

محدثین بھی اسنادصحیح نقل کرکےفرمادیتے ہیں: لو قرأت هذاالاسناد علی مجنون لبرء من جننه

(الصواعق المحرقه،الفصل الثالث فی الاحادیث الواردة فی بعض اهل البیت ،صفحه۲۰۵، مطبوعه مکتبه مجددیه ملتان)

یعنی اگریہ اسنادکسی دیوانہ پرپڑھی جائیں تواُس کوآرام ہوجائے۔اسناد میں کیا ہے بزرگانِ دین روایانِ حدیث کے نام ہی توہیں۔

امام علی رضا رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه کی سند کی برکت: حضرت امام ابن حجرمکی رحمۃ اللہ علیہ نے صواعق محرقه میں لکھا کہ جب امام علی رضارضی اللہ تعالیٰ عنہ نیشاپورمیں تشریف لائے چہرۂ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھاحافظانِ حدیث امام ابوزراعہ راضی اورامام محمد بن اسلم طوسی اوران کے ساتھ بے شمارطالبان علم و حدیث حاضرخدمت انورہوئے اورگڑگڑاکرعرض کیا کہ اپناجمال مبارک ہمیں دکھایئےاوراپنے آباءکرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمایئے۔امام نے سواری روکی غلاموں کوحکم فرمایا کہ پردہ ہٹالیں خلق کی آنکھیں جمال مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں دوگیسوشانہ پرلٹک رہے تھے پردہ ہٹتے ہی خلق یہ حالت ہوئی کہ کوئی چلاتا ہےکوئی روتا ہےکوئی خاک پرلوٹتا ہےکوئی سواری مقدس کاسُم چومتا ہےاتنے میں علماء نے آوازدی خاموش۔سب لوگ خاموش رہےدونوں امام مذکورنے حضورسے کوئی حدیث روایت کرنے کوعرض کی حضورنے فرمایا: حدثنی ابو موسی الکاظم عن ابیه جعفر الصادق عن ابیه محمدن الباقرعن ابیه زین العابدین عن ابیه الحسین عن ابیه علی

ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنھم قال حدثنی حبیبی وقرۃ عینی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال حدثنی جبریل قال سمعت رب العزۃ یقول لا الٰہ الااللہ حصنی فمن قال دخل حصنی امن من عذابی

(الصواعق المحرقہ،الفصل الثالث فی الاحادیث الواردۃ فی بعض اھل البیت ،صفحہ۲۰۵، مطبوعہ مکتبہ مجددیہ ملتان)

یعنی امام علی رضا امام موسیٰ کاظم وہ امام جعفر صادق وہ امام محمد باقر وہ امام زین العابدین وہ امام حسین وہ علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ میرے پیارے میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حدیث بیان فرمائی کہ اُن سے جبرائیل نے عرض کی کہ میں نے اللہ تعالٰی کو فرماتے سنا کہ لاالٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے تو جس نے اُسے کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا میرے عذاب سے امان میں رہا۔

یہ حدیث روایت فرما کر حضور روانہ ہوئے اور پردہ چھوڑ دیا گیا۔دواتوں والے جو ارشاد مبارک لکھ رہے تھے شمار کئے گئے بیس ہزار سے زائد تھے۔امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: لو قرأت ھذاالاسناد علی مجنون لبرء من جننہ

(الصواعق المحرقہ،الفصل الثالث فی الاحادیث الواردۃ فی بعض اھل البیت ،صفحہ۲۰۵، مطبوعہ مکتبہ مجددیہ ملتان)

یعنی یہ مبارک سند اگر مجنون پر پڑھو تو ضرور اُسے جنون سے شفاء ہو۔

اس قسم کے اور اسناد بھی ہیں جو احادیث مبارکہ کی شروح میں مفصل محرر ہیں اور اصحابِ بدر کے اسماء بطور ورد برائے فوائد پڑھے جاتے ہیں غرضیکہ اس طرح کے کلمات طیبات اور اسماء مبارکہ کے برکات جیسے دنیا میں فائدہ دیتے ہیں ایسے ہی آخرت میں اسی لئے ان کے استفادہ اور استفاضہ کا انکار محرومی کی علامت ہے۔

اس بحث کو یہاں ختم کرتا ہوا آخر میں موت کی مختصر تحقیق اور اہل اموات کے واقعات عرض کرتا ہوں تا کہ مسئلہ خود بخود حل ہو جائے کیونکہ مخالفین کا اندازِ بیان ایسا ہے کہ گویا موت کے بعد انسان بے کار ہو جاتا ہے حالانکہ موت کے بعد اس کی شان اور بڑھ جاتی ہے جس سے وہ اسلام کی برکت سے اپنے جواب دے سکتا ہے۔

علماء لکھتے ہیں کہ موت نہ عدم محض ہے اور نہ فنائے محض ہے بلکہ یہ تو روح کے تعلق کا بدن سے علیحدہ ہو جانا اور ان دونوں کے درمیان آڑے آ جانا ہے اور کیفیت کا بدل جانا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانا ہے۔

اورخطابی علیہ الرحمۃ ابن سعد کا قول نقل کرتے ہیں کہ تم فناء کرنے کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہو تمہیں تو ہمیشگی اور دوام کے لئے پیدا کیا گیا ہے ہاں اتنی بات ہے کہ تم ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہو۔(شرح الصدور)

اور ابن القاسم کہتے ہیں نفس کے چار گھر ہیں اور اُس کا ہر گھر پہلے والے گھر سے بڑا ہے۔اول ماں کا شکم ہے جو نہایت تنگ و تاریک اور محدود جگہ ہے۔دوسرا جس میں وہ جنم لیتا ہے اور کھاتا کماتا ہے۔تیسرا گھر برزخ ہے جو اپنی کشادگی میں پہلے گھر سے اتنا بڑا ہے جتنا کہ وہ ماں کے پیٹ سے اعتبار سے کشادہ۔چوتھا گھر جنت یا دوزخ ہے جسے دارالقرار کہا جاتا ہے۔ان چار گھروں کی کیفیات اور احکام علیحدہ علیحدہ ہیں۔(جواھر البحار)

ابن ابی الدنیا نے سلیم بن عامر الحباری کی مراسیل سے مرفوعاً نقل کیا ہے: أن مثل المؤمن فی الدنیا کمثل الجنین فی بطن أمه إذا خرج من بطنها بکی علی مخرجه حتی إذا رأی الضوء و وضع لم یحب أن یرجع إلی مکانه،و کذلك المؤمن یجزع من الموت فإذا أفضی إلی ربه لم یحب أن یرجع إلی الدنیا کما لا یحب الجنین أن یرجع إلی بطن أمه

(إحیاء علوم الدین،الجزء٤،الصفحة٤٩٧،دارالمعرفة بیروت)

یعنی مومن کی دنیا میں مثال ایسی ہی ہے جیسے بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور جب ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو وہ ابتداً وہ اپنے نکلنے پر روتا ہے لیکن جب وہ یہاں کا اُجالا دیکھتا ہے اور ماں کا دودھ پیتا ہے تو پھر نہیں چاہتا کہ اب دوبارہ اپنی پہلی جگہ میں جائے ٹھیک یہی حال مومن کا ہے کہ اولاً موت سے گھبراتا ہے مگر جب اپنے رب سے جاملتا ہے تو پھر دنیا کا نام نہیں لیتا جیسے کہ بچہ دنیا میں آنے کے بعد پھر ماں کے شکم کا نام نہیں لیتا۔

نیز عمرو بن دینار کی مراسیل سے نقل کیا ہے کہ ”ایک شخص مرا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص دنیا سے کوچ کر گیا اگر یہ وہاں سے راضی ہو گیا جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص ماں کے پیٹ میں دوبارہ جانا پسند نہیں کرتا ٹھیک ایسے ہی وہ دنیا میں دوبارہ آنا پسند نہیں کرے گا۔“

حکیم ترمذی نے ”نوادر الاصول“ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مَا شَبَّهْتُ خُرُوجَ الْمُؤْمِنِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَى الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلَ خُرُوجِ الصَّبِيِّ مِنْ بَطْنِ أُمِّهِ ، مِنْ ذَلِكَ الْغَمِّ إِلَى رَوْحِ الدُّنْيَا (نوادر الأصول،الجزء١،الصفحة٢٧٦)

یعنی ابن آدم کا دنیا سے کوچ کر جانا ایسا ہی ہے جیسے کہ بچہ ماں کے تیرہ و تاریک اور غمناک پیٹ سے دنیا جیسی کشادہ اور پُر فضا جگہ میں آ جاتا ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے عبادہ ابن صامت کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ما من نفس تموت وھی من اللہ علی خیر تحب أن ترجع الیکم ولھا نعیم الدنیا وما فیھا

(المسند الجامع ،الباب ١، الجزء ٤،الصفحہ ١٦٤)

یعنی کوئی نفس ایسا نہیں کہ دنیا سے رخصت ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے لئے دارین کی نعمتیں نہ ہوں اور پھر وہ تمہاری طرف متوجہ ہوں۔

مرنے کے بعد: ہم یہاں پر چند نیک لوگوں کے واقعات عرض کرتے ہیں تاکہ میرے بھائی اس سہارا پر نہ رہیں کہ چلو کفنی لکھی جائے گی اور ہم کلمہ پڑھ لیں گے پھر اللہ اللہ اور خیر سلا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مرنے کے بعد ہم ایک اور علاقہ میں جائیں گے جہاں کی بود و باش کا دارومدار اعمال پر ہے اگر اعمال نیک ہیں تو مزے ہی مزے ورنہ....... ؟ چند واقعات پڑھئے اور کوشش کیجئے تاکہ ان کی طرح تمہیں بھی مرنے کے بعد اسی طرح کی عیش و عشرت نصیب ہو۔

واقعات و حکایات: (١) مؤلف ریاض الریاحین نے لکھا ہے کہ میں نے ایک شہر میں قبر دیکھی جس کے جو کسی وقت بھی مجھ سے غافل نہیں ہوتا۔

اس کے بعد کچھ روز زندہ رہے اور پھر وفات پا گئے اُن کے اُسی دوست کے پاس کچھ کپڑا رکھا ہوا تھا اُس نے اُسی میں کفن دے کر دفن کر دیا مگر اتنا ضرور کیا کہ جتنا کپڑا کفن سے زائد تھا اُسے کاٹ کر رکھ لیا۔ کچھ روز کے بعد اُس دوست نے خواب میں دیکھا کہ بہت ہی اچھی نورانی صورت میں کھڑے ہیں اور کفن ان کے ہاتھ ہے جسے پہنا کر انہیں دفن کیا گیا تھا اور یہ کہہ رہے ہیں کہ تو اپنا کفن لے جا ہمیں اس کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمیں سندس اور استبرق (جنتی کپڑوں) کا کفن مل گیا ہے۔ وہ کفن دینے والے صاحب کہتے ہیں کہ جب میں سو کر بیدار ہوا تو وہ کفن اپنے سرا ہنے رکھا ہوا پایا۔

(٣) جب حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو ایک صاحب نے آپ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا اُنہوں نے فرمایا مجھے بخش دیا اور اُن سب کو بخش دیا جو میرے جنازہ میں شریک ہوئے اور نماز پڑھی۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ میں نے بھی آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی تو کیا میں بھی بخشا گیا؟ اس پر اُنہوں نے ایک لپٹا ہوا کاغذ نکال کر کھولا اور اُس میں دیکھ کر بتایا کہ اس میں تمہارا نام نہیں ہے اُن صاحب نے عرض کیا کیسے نہیں ہے میں آپ کے جنازہ میں ضرور حاضر تھا لہٰذا حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے مکرر اُس کاغذ کو دیکھا تو ان کا نام بھی کنارہ پر لکھا ہوا مل گیا۔

(۴) حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد انہی کے ایک شاگرد نے دیکھا کہ اترا اترا کے چل رہے ہیں۔ شاگرد نے پوچھا یہ کیسی چال ہے؟ فرمایا دارالسلام (یعنی جنت) میں دین کے خادموں کی یہی چال ہے۔ اُنہوں نے پھر پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو فرمایا کہ مجھ کو بخش دیا اور دو سونے کے جوتے پہنائے اور ارشاد ہوا کہ جہاں چاہو جنت میں پھرو چلو۔ میں جنت میں داخل ہوا تو سفیان ثوری ملے جن کے دو سبز پر ہیں اور وہ جنت کے ایک درخت سے دوسرے پر درخت اُڑتے پھر رہے ہیں اور یہ آیت تلاوت کرتے جاتے ہیں وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ (پارہ۲۴،سورۃ الزمر،آیت۷۴)

ترجمہ: اور وہ کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچّا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث کیا کہ ہم جنّت میں رہیں جہاں چاہیں تو کیا ہی اچھا ثواب کامیوں کا۔

ان کے شاگرد نے پوچھا کہ عبدالواحد وراق کا کیا حال ہے؟ فرمایا کہ میں انہیں نور کے دریا میں کشتی پر سوار ہو کر حق تعالیٰ کی زیارت کرتے چھوڑا ہے۔ اُنہوں نے پھر پوچھا کہ بشر بن حارث کس حال میں ہیں۔ فرمایا اُن جیسا کون ہوسکتا ہے؟ انہیں تو میں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے دیکھا کہ اُسے اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے اے شخص تو نے دنیا میں نہیں کھایا تھا اب کھالے، وہاں نہ پیتا تھا اب پی لے، وہاں خوش نہ ہوتا تھا اب خوش ہولے۔

ایک بزرگ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو پوچھا کہ آپ کس حال میں ہیں؟ فرمایا کہ میں نے خدا کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا اور خدا نے مجھ سے فرمایا کہ تجھے میری رضا مندی مبارک ہو تو راتوں کو اندھیرے میں نمازیں پڑھتا تھا اور تیرے دل میں میری محبت بھری رہتی تھی اور آنکھیں آنسوؤں سے پُر رہتی تھیں۔ اب تو میری زیارت کرلے اور جنت کا جو محل چاہیے اپنے لئے منتخب کرلے۔

ان دونوں حکایتوں سے معلوم ہوا کہ برزخ اور قیامت کی زندگی میں جب خوشی حاصل ہوتی ہے اور جب وہاں کی نعمتیں ملتی ہیں جبکہ دنیا میں آخرت کی فکر نے لذتوں سے روکا ہوا اور آرام وراحت کو قربان کرکے آخرت کی زندگی بنانے کی کوشش کی ہو۔ یہاں تھوڑا سا آرام اور ذرا سی لذت چھوڑنے سے مرنے کے بعد ہمیشہ کی زندگی میں چین اور عیش نصیب ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے: تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ٥ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ٥

(پارہ۲۱،سورۃ السجدۃ،آیت۱۶،۱۷)

ترجمہ: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ خیرات کرتے ہیں۔ تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب لوگوں کو ایک ہی میدان میں جمع کیا جائے گا اور ایک منادی آواز دے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں کہ جن کے پہلو بستروں سے علیحدہ ہو جاتے تھے اور اُٹھ کر نمازیں پڑھتے تھے۔ اُس منادی کی آواز سن کر وہ لوگ کھڑے ہو گئے جو راتوں کو نمازیں پڑھتے تھے اور ایسے لوگ تھوڑے سے ہوں گے یہ لوگ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائیں گے پھر باقی لوگوں سے حساب لینا (کا حکم) ہوگا۔ (بیہقی)

سورۃ نازعات میں ارشاد ہے: وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى o فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى o (پارہ ۳۰، سورۃ النازعات، آیت ۴۰، ۴۱)

ترجمہ: اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش (بد) سے روکا۔ تو بے شک جنّت ہی ٹھکانا ہے۔

الحاصل خدا کے خوف سے اور دنیاوی عیش و آرام اور لذتوں کو قربان کرنے سے مرنے کے بعد کی زندگی میں چین ملے گا اور وہاں کہاں جائے گا۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ (پارہ ۲۹، سورۃ الحاقۃ، آیت ۲۴)

ترجمہ: کھاؤ اور پیؤ رچتا ہوا صلہ اس کا جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجا۔

(۵) بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ میں نے ابو اسحاق شیرازی کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ نہایت سفید لباس پہنے ہوئے اور تاج اوڑھے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ لباس کیسا ہے؟ فرمایا کہ یہ عبادت کا احترام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تاج کیسا ہے؟ فرمایا یہ علم کی عزت ہے۔

دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ گویا عرشِ خداوندی کے نیچے موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرما رہا ہے کہ یہ کون ہیں؟ فرشتوں نے جواب دیا اے پروردگار! تو ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ معروف کرخی ہیں جو میری محبت کے نشہ میں بے ہوش رہتے تھے اور اب میرے دیدار کے بغیر انہیں ہوش نہ آئے گا۔

(۶) ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ مجھے نور کی کرسی پر بٹھا کر چمکتے ہوئے بہترین موتی مجھ پر نچھاور کئے۔

(۷) شیخ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے مکہ معظّمہ سے نکل کر قریب ہی ایک خوبصورت نوجوان کی نعش دیکھی۔ میں اس کے قریب گیا اور غور سے نعش کے چہرے کو دیکھا تو وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ اے ابو سعید! کیا تمہیں خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے گو بظاہر مر جاتے ہیں لیکن حقیقت میں مرتے نہیں بلکہ ایک عالم سے (دنیا

سے) دوسرے عالم میں (عالم برزخ) کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

(۸)(i) شیخ ابو یعقوب سنوسی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قسم کا ایک واقعہ بیان فرماتے تھے اور وہ یہ کہ میرے پاس مکہ معظّمہ میں ایک مرید آیا اُس نے مجھے ایک دینار دیا اور کہا کہ میں کل مرجاؤں گا آپ اس میں سے میرا کفن دفن کر دیں۔

دوسرے دن وہ بیت اللہ شریف کا طواف کر کے کچھ آگے بڑھ کر مرگیا میں نے غسل دے کر اُسے دفنا دیا اور دفنانے کے وقت عجیب واقعہ پیش آیا کہ جب اُنہیں قبر میں رکھ دیا تو اُنہوں نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا مرنے کے بعد پھر زندہ رہے ہیں؟ تو جواب دیا میں تو زندہ ہی ہوں محبانِ الٰہی مرتے کب ہیں؟

ے ہر گز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق

(ii) شیخ ابن جلال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد ماجد کا انتقال ہوا تو وہ غسل کے تختہ پر ہنسنے لگے ان کو ہنسا دیکھ کر لوگ زندہ سمجھ رہے تھے اور کوئی بھی غسل دینے کی جرأت نہ کرتا تھا حتی کہ ایک اُن کا دوست آ گیا اور اُسی نے غسل دیا۔

(iii) مؤلف ریاض الریاحین لکھتے ہیں کہ ایک عورت کو جب مرنے کے بعد تختہ غسل پر لٹایا گیا اور نہلانے والی نے اُس کے ناخن تراشے تو ایک ناخن زیادہ کٹ گیا لہٰذا اُس میت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ غسل دینے والی عورت نے خود مجھ سے بیان کیا کہ وہ میت تختۂ غسل پر مسکرا رہی تھی۔

(۹) حضرت شیخ عبد اسحاق خزاری فرماتے ہیں کہ ایک آدمی میرے پاس اکثر بیٹھتا اور اپنا آدھا چہرہ چھپائے رکھتا تھا۔ ایک دن میں نے اُس سے چہرہ چھپانے کی وجہ پوچھی تو اُس نے کہا میں اس شرط پر تمہیں بتاتا ہوں کہ کسی اور سے نہ کہنا۔ میں نے کہا ہاں میں کسی اور سے نہیں کہوں گا۔ اس پر اُنہوں نے اپنا واقعہ سنایا میں کفن چرایا کرتا تھا ایک روز ایک عورت دفن ہوئی تو اُس کی قبر پر پہنچا اور اُس کی پوٹ کی چادر کھینچ کر کفنی کھینچنے لگا تو وہ مجھ سے نہ کھینچی گئی لہٰذا میں نے دونوں گھٹنے ٹیک کر اُسے کھینچنا شروع کیا میں کفنی کو کھینچ ہی رہا تھا کہ اچانک اُس عورت نے میرے منہ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ پانچوں انگلیاں اُبھر آئیں۔ قبر کی اینٹیں، چادر اور کفن درست کر کے واپس آ گیا اور اُس دن سے توبہ کر لی کہ آئندہ کفن نہ چراؤں گا چونکہ اس طمانچہ کی انگلیاں میرے گال پر اُبھری ہوئی ہیں۔ اسی لئے میں منہ چھپائے پھرتا ہوں۔

اسی کے قریب قریب ایک واقعہ اور ہے کہ ایک شیخ اپنے مرید کی نعش کو غسل دینے لگے تو میت نے انگوٹھا پکڑ لیا اُنہوں نے فرمایا کہ بیٹا میرا انگوٹھا چھوڑ دو تجھے معلوم ہے کہ ہم مرے نہیں بلکہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہوئے ہیں۔

(۱۰)مؤلف ریاض الریاحین لکھتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبر کھلی پڑی ہے اُس میں داخل ہوا تو دیکھا کہ اندر سے بہت وسیع (بہت چوڑی اور پھیلی ہوئی ہے) اُس میں تخت کے پایوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے میں نے اُس کو نظر اُٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ پائے بہت اونچے ہیں اور ان پر ایک تخت رکھا ہوا ہے جس پر ایک بزرگ آرام فرما رہے ہیں ۔یہ دیکھ کر میں نے کہا کہ دنیا والے بھی کیا عجیب لوگ ہوتے ہیں تکبر اور آرام کی بھی حد کردی کہ مرنے کے بعد اپنے مُردوں کے لئے قبروں میں تخت بچھا جاتے ہیں۔

میری یہ بات سن کر اُن صاحب نے مجھے اُوپر بلالیا اور اُوپر جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تو میری والدہ ہیں میں نے اُنہیں سلام کیا اور اُنہوں نے میرے ان بھائیوں کا حال بھی دریافت کیا جو اُس وقت زندہ تھے اور جو اُس خواب سے پہلے مرچکے تھے۔اُن کے بارے میں کچھ نہ پوچھا معلوم ہوتا ہے کہ مُردوں کو دوسرے مرنے والوں کا حال معلوم ہوتا ہے ورنہ وہ مُردوں کے بارے میں بھی دریافت کرتیں۔

مؤلف ریاض الریاحین نے ایک اور واقعہ بھی لکھا ہے کہ میں نے اپنے ایک استاد کو اُن کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ اُن کے پاس دو خلال ہیں آدھا سونا اور آدھا چاند ہے اور وہ اترا اترا کر چل رہے ہیں۔ میں نے کہا حضرت یہ آپ کس طرح چل رہے ہیں؟ فرمایا اس عالم میں اس طرح چلنا درست ہے اللہ تعالیٰ کے انعامات اور رحمت پر اترا رہے ہیں۔

(۱۱)ایک گورکن کا واقعہ ہے کہ اُس نے ایک شہر میں کسی کی قبر کھودی تو اُس میں دیکھا کہ ایک صاحب تخت پر بیٹھے قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور اُن کے نیچے ایک نہر بھی جاری ہے یہ دیکھ کر وہ بے ہوش ہوگیا اور لوگ اُسے قبر سے نکال لائے۔تین دن کے بعد اُسے ہوش آیا اور لوگوں نے بے ہوش ہوجانے کی وجہ پوچھی تو اُس نے ساری بات بتادی۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ وہ کون سی قبر تھی؟ اُس نے بتانا چاہا تو خواب میں اُن بزرگ نے اپنی قبر بتانے سے منع کیا اور یہ کہا کہ اگر تو نے میری قبر بتائی تو فلاں فلاں مصیبت میں پھنس جائے گا۔

حضرت عکرمہ فرماتے تھے (جو حضرت عباس کے شاگرد ہیں) مومن کو قبر میں قرآن شریف دے دیا جاتا ہے جس میں وہ پڑھتا رہتا ہے (رواہ ابن مندہ)

ایک بزرگ فرماتے تھے کہ میں نے ابوتراب بخشی کو جنگل میں دیکھا کہ مرے ہوئے کھڑے ہیں اور قبلہ کی جانب اُن کا منہ ہے اور کوئی چیز انہیں تھامے ہوئے نہیں ہے۔میں نے چاہا کہ انہیں لے جا کر دفنا دوں تو غیب سے آواز آئی کہ اللہ کے دوست کو اللہ ہی پاس چھوڑ دے۔

(۱۲) شیخ ابوحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ یہ فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے سامنے مجھے بطور فخر پیش کیا اور فرمایا کہ تمہاری اُمت میں بھی کوئی ایسا ہے۔

(۱۳) مؤلف ریاض الریاحین نے ایک فاسق بےنمازی کا قصہ لکھا ہے کہ جب وہ مرگیا تو لوگوں نے اُس کے لئے قبر کھدوائی۔کیا دیکھتے ہیں کہ قبر میں ایک بہت بڑا سانپ ہے پھر اُنہوں نے دوسری قبر کھودی تو اُس میں بھی وہ سانپ نکلا اُس کے لئے تیس کے قریب قبریں کھودی گئیں اور ہر ایک میں ویسا ہی سانپ نکلتا رہا۔آخرکار یہ سمجھ کر کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی نہیں بچاسکتا اُسے سانپ کے ساتھ دفن کردیا۔

فائدہ: ذرا آپ بھی اپنے کردار پر نظر ڈالیں۔شاید آپ کو مرنے کے بعد اسی سزا سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

(۱۴) حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ اپنا چشم دید واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک پڑوسی کے گھر گیا جبکہ وہ حالت نزع کی سخت تکلیف میں مبتلا تھا اُس نے مجھ سے کہا کہ اے مالک میرے سامنے دو آگ کے پہاڑ ہیں اُن پر چڑھنے کی کوشش کررہا ہوں۔ میں نے اُس کے گھر والوں سے پوچھا کہ یہ کیا عمل کرتا تھا؟ اُنہوں نے بتایا کہ اُس کے پاس دو پیمانے تھے ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا تو بڑے سے ناپ کر خریدتا اور چھوٹے سے ناپ کر بیچتا تھا۔اسی عمل کے باعث یہ تکلیف معلوم ہوتی ہے۔حضرت مالک فرماتے ہیں کہ میں نے وہ پیمانے منگا کر توڑ دیئے اور اُس سے دریافت کیا کہ اب کیا حال ہے؟ تو اُس نے کہا کہ تکلیف بڑھتی جارہی ہے۔

(۱۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کا کاتب تھا وہ اسلام سے پھر کر مشرکین سے جاملا تو حضور ﷺ نے اُس کے حق میں دعا فرمائی کہ اُس کو زمین قبول نہ کرے گی۔اس کے بعد جب وہ مرگیا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس کی قبر کی طرف تشریف لے گئے تو اُسے قبر سے باہر پایا۔یہ ماجرا دیکھ کر اُنہوں نے وہاں کے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ تو اُنہوں نے بتایا کہ اُس کو ہم نے کئی بار دفن کیا مگر ہر بار اُس کو زمین نے باہر پھینک دیا لہٰذا ہم نے اُوپر ہی پڑا چھوڑ دیا۔(رواہ البخاری)

فائدہ: ایسے گستاخوں کا انجام ایسے ہوتا ہے۔

(۱۶) دلائل النبوت میں لکھا ہے کہ ایک صحابی نے کسی موقع پر قبر کھودی اُس کے برابر جو دوسری قبر تھی اُس میں سے ایک اینٹ گر پڑی۔دیکھتے کیا ہیں کہ اُس میں ایک بزرگ تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اُن کے چہرے پر زخم ہے اور سامنے قرآن شریف موجود ہے جسے وہ پڑھ رہے ہیں اور ایک باغیچہ موجود ہے چونکہ اُن کے چہرہ پر زخم تھا اس لئے وہ سمجھ گئے کہ یہ شہید ہیں یہ واقعہ جبل اُحد کا ہے۔

(۱۷) ایک بزرگ سے منقول ہے کہ ان کا بیٹا شہید ہوگیا تھا اور اُس کو اُنہوں نے خواب میں دیکھا تو اُنہوں نے پوچھا

کہ بیٹا تم مرے نہیں ہو؟ جواب دیا میں مرا نہیں شہید ہوا تھا میں اللہ تعالیٰ کے یہاں زندہ ہوں مجھے رزق ملتا ہے پھر دریافت فرمایا کہ آج تم کیسے آئے؟ اُس نے جواب دیا آسمان والوں میں اعلان کیا گیا تھا کہ جس قدر بھی نبی، صدیق اورشہید ہیں سب عمر بن عبدالعزیز کے جنازہ کی نماز میں شرکت کریں میں اسی لئے آیا تھا جس کی وجہ سے آپ کی خدمت میں بھی سلام کے لئے حاضر ہو گیا۔

(۱۸) حضرت سہل بن عبداللہ تستری کی وفات ہوئی تو لوگ ان کے جنازہ پر گر پڑے تھے بہت شوروغل ہو رہا تھا کہ اس کا حال معلوم کرنے کے لئے ایک بڈھا یہودی اپنے گھر سے نکل کر آیا اور کہنے لگا لوگو! کیا تم کو وہ نظر آ رہا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟ حاضرین نے کہا تو کیا دیکھ رہا ہے؟ اُس نے جواب دیا آسمان سے جوق در جوق لوگ اُتر رہے ہیں اور اُن کے جنازے سے برکت حاصل کر رہے ہیں اس کے بعد وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔

(۱۹) ایک عورت کا انتقال ہو گیا اور انتقال کے بعد اُس کی سننے والی عورت نے خواب میں اُسے دیکھا کہ وہ ایک تخت پر موجود ہے اور اُس تخت کے نیچے نور کا برتن ڈھکا ہوا رکھا ہے۔ اُس عورت نے دریافت کیا کہ اس برتن میں کیا ہے؟ تو اُس نے جواب دیا میرے شوہر کا ہدیہ ہے جو اُس نے میرے لئے روانہ کیا تھا۔ پھر وہ عورت جب بیدار ہوئی تو اُس کے شوہر نے اپنا خواب بیان کیا اُس کے شوہر نے کہا کہ یہ سچ ہے کل میں نے اپنی بیوی کو قرآن پڑھ کر ثواب پہنچایا تھا۔

(۲۰) بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ میں نے حق تعالیٰ نے دعا کی کہ مجھے قبر والوں کے مقامات معلوم ہو جائیں چنانچہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو گئی اور قبریں شق ہو گئیں۔ قبر والوں پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ زربفت کے بچھونے پر آرام کر رہا ہے اور کوئی تخت پر رونق افروز ہے اور کسی کے نیچے دیبا کا سبز بستر ہے اور کوئی ریشمی فرش پر لیٹا ہوا ہے اور کوئی پھولوں کی سیج پر مزے کر رہا ہے اور کوئی ہنس رہا ہے تو کوئی رو رہا ہے۔ یہ ماجرا دیکھ کر میں نے کہا اے اللہ! اگر تو چاہتا تو ان سب کو برابر کر دیتا۔

میری یہ بات سن کر ان لوگوں میں سے ایک نے چلا کر کہا برابر کیسے ہوتے؟ سب کے اعمال الگ الگ ہیں پھر اُس نے ان کی تفصیل بتائی کہ زربفت والے عمدہ اخلاق والے لوگ ہیں اور دیبا اور ریشمی بستروں والے شہید ہیں اور پھولوں کی سیج والے روزہ دار ہیں اور ہنسنے والے توبہ کرنے والے ہیں اور رونے والے گناہ گار ہیں اور بڑے درجوں والے (جو تختوں پر رونق افروز ہیں) اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت رکھنے والے ہیں۔

(۲۱) ایک بُھس فروش کا واقعہ لکھا ہے کہ جب وہ مرنے لگا تو لوگ اُسے کلمہ کی تلقین کرنے لگے لیکن چونکہ وہ زندگی میں خدا سے غافل تھا اس لئے مرتے وقت بجائے کلمہ پڑھنے کے وہی کہتا رہا کہ یہ گٹھا اتنے داموں کا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ زندگی میں جو مشغلہ ہوتا ہے اور زبان سے جو کلمہ کہنے کی عادت پڑ جاتی ہے مرتے وقت بھی

زبان سے وہی کلمے نکلتے ہیں لہٰذا کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کا ورد کثرت سے کرنا چاہیے۔

(۲۲) ایک صاحب قرآن شریف بہت پڑھا کرتے تھے جب نزع کا وقت ہوا تو لوگوں نے انہیں کلمہ پڑھنے کی تلقین کی تو وہ سورۂ طٰہٰ پڑھنے لگے اور اُسی کو پڑھتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

(۲۳) ایک مستری جب بھی کام سے فارغ ہوتا تو کہتا ''لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّه'' جب نزع طاری ہوئی تو حسب عادت اینٹ گارہ پکارتا۔ بڑی کوشش کے باوجود کلمہ طیبہ اس کی زبان سے جاری نہ ہو سکا۔ ایک مزدور اس کا ہمراز تھا اُس نے کان میں کہا اُستاد جی کام ختم ہو گیا ہے۔ مستری سنتے ہی پڑھنے لگا ''لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّه''

(۲۴) دو بھائی تھے ایک زندگی بھر مکان کے اُوپر والے حصے میں عبادت میں مشغول رہا دوسرے نے زندگی فسق و فجور میں گزار دی۔ ایک دن فاسق کو خیال گزرا کہ زندگی گناہوں میں گزر گئی اب تو مجھے توجہ کر کے بھائی کے ساتھ عبادت میں مشغول ہونا چاہیے اُسی وقت عابد بھائی کو وسوسۂ شیطانی ہوا کہ زندگی عبادت میں گزاری ہے کاش دنیا کے شہوات سے کچھ حاصل ہوتا اس وسوسہ کے غلبہ سے عبادت چھوڑ کر گناہ کے ارادہ پر نیچے اُترا اور اُس کا فاسق بھائی عبادت کی نیت پر مکان کے اوپر چڑھا قدرت کی شان درمیان مکان میں دونوں آمنے سامنے ہوئے تو دونوں کے پاؤں پھسلے۔ نیچے گرتے ہی مر گئے کسی نے خواب میں دیکھا کہ عابد جہنم میں ہے اور فاسق جنت میں سبب پوچھا تو جواب ملا کہ خاتمہ کا پھل کھا رہے ہیں۔

اسی حکایت پر رسالہ کا اختتام ہوتا ہے اور باری تعالیٰ سے فقیر اُویسی غفرلہٗ التجا کرتا ہے:

خدایا بحق بنی فاطمه
که برقول ایمان کنی خاتمه

هذا ماآخر سطره القلم

فصلی الله علیٰ حبیبه و آله و اصحابه اجمعین

الفقیر القادری محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور پاکستان

۲۹ شوال ۱۴۰۰ھ بروز بدھ

"گستاخی"

کس چیز کا نام ہے؟

تصنیف لطیف

شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملت، مفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ الحاج الحافظ

مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی

قدس سرہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِیۡنَ ﷺ

گستاخی کس چیز کا نام ھے؟

از

فیضِ ملت، آفتابِ اہلسنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحافظ مفتی ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی نوراللہ مرقدہٗ

نوٹ: اگراس کتاب میں کمپوزنگ کی کوئی بھی غلطی پائیں تو برائے کرم ہمیں مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر مطلع کریں تاکہ اُس غلطی کو صحیح کرلیا جائے۔ (شکریہ)

admin@faizahmedowaisi.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ الْعَلِيِّ الْعَزِيْزِ الْكَرِيْمِ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِه الْكَرِيْمِ الرَّحِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

عوام بلکہ بہت سمجھدار لوگ سمجھتے ہیں کہ گستاخی شاید گالی دینے یا کسی کو کوئی عیب لگانے یا اس کی تحقیر وتوہین کے الفاظ کا نام ہے۔فقیر امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عربی رسالہ "تنزیه الانبیاء عن تسفیه الاغبیاء" کی مدد سے یہ مختصر تحریر پیش کررہا ہے کہ گستاخی کی ایک اور قسم بھی ہے وہ یہ کہ ملائکہ وانبیاء کرام بالخصوص رسول اکرم ﷺ کے لئے ایسے کلمات بولنا یا آپ ﷺ کی نسبت اقدس کو کسی حقیر وقبیح شے سے تشبیہ دینا بھی گستاخی ہے اور یہ عوام بلکہ بہت سے خود کو علماء کہلوانے والے کہہ گزرتے ہیں پھر انہیں اس پر آگاہ کیا جائے تو تاویلیں گھڑنے لگتے ہیں۔

مثلاً مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور ﷺ کے علم کو پاگلوں سے تشبیہ دی اور مولوی اسماعیل دہلوی نے چوڑھے چمار تک پہنچا دیا مولوی گنگوہی وانبیٹھوی نے نبی ﷺ کے علم کو شیطان، ملک الموت کے علم سے گھٹا دیا اور آپ ﷺ کی محفل میلاد کو کنہیا کے جنم کے مشابہ لکھ دیا۔(براهين قاطعه) ابوالاعلیٰ مودودی ان سے بازی لے گیا کہ کبھی حضور ﷺ کو چرواہا لکھ دیا کہیں موسیٰ علیہ السلام کو ملنگ کہہ دیا۔(پردۂ کتاب) اور اس نے بھی بارہا محفل میلاد کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دی اور یہاں تک کہہ دیا کہ اس دن دیوالی ودسہرہ کی شکل دے دی گئی ہے اور عین میلاد کے دن لاہور میں شیطان کا علم بلند کیا گیا (معاذاللہ) نوائے وقت۔

ان عبارات کی وجہ سے اہل سنت بریلوی، وہابیوں، دیوبندیوں اور مودودیوں سے متنفر ہیں۔انہیں عبارات کی وجہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے فتوائے کفر صادر فرمایا جس پر علمائے عرب وعجم نے آپ کے فتویٰ کی تصدیق وتوثیق فرمائی جس کی تفصیل "حسام الحرمين" اور "الصوارم الهنديه" میں ہے۔

فقیر اس رسالہ میں امام جلال الدین علیہ الرحمۃ کے رسالہ کی تلخیص مع اعتراضات عوام کو خود فیصل بناتا ہے کہ جو فتویٰ صدیوں پہلے امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرما گئے وہی آج امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ لکھ رہے ہیں بلکہ صاحبِ روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شعر لکھنے پر گستاخ لکھ دیا تفصیل آتی ہے۔

بکریاں چرانا: حضرت سلیمان علیہ السلام زنبیل تیار کرکے زندگی بسر فرماتے اگرچہ بہت بڑی سلطنت کے مالک تھے لیکن بیت المال سے کچھ نہیں لیا کرتے۔حضور سرورِ عالم ﷺ اور موسیٰ وشعیب علیہم السلام نے بکریاں چرائیں۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے نبوت کے اعلان سے پہلے بکریاں چَرانے کو اختیار فرمایا تھا۔

حدیث شریف: ہر نبی علیہ السلام نے بکریاں چَرائیں۔

نکتہ: بکریاں چَرانے میں حکمت یہ ہے کہ انسان کو بکریوں سے رافت و رحمت قلبی نصیب ہوتی ہے اس لئے کہ بکریاں تمام جانوروں سے ضعیف جانور ہیں۔ اسی لئے ان کی نگرانی قلب پر رافت و رحمت ہوتی ہے۔ جب خلقِ خدا سے واسطہ پڑے گا تو طبیعت کی تیزی اور ظلم و شدت کا مادہ پہلے سے لطف و کرم اور رافت و رحمت سے بدل چکا ہوگا اور اس کی فطرت حد اعتدال میں رہے گی اور کسی پر ظلم و شدت اور ناجائز سختی نہ کر سکے گا۔ باوجود یہ کہ بکریاں چَرانا انبیاء علیہم السلام کا پیشہ ہے لیکن انہیں چرواہا کہنا گستاخی ہے۔

چنانچہ " روح البیان " میں ہے کہ اگر کوئی کسی دوسرے کو بکریوں کا چرواہا کہہ کر عار دلائے تو وہ جواب میں کہے نبی کریم ﷺ بھی بکریاں چَراتے تھے۔ ایسے جواب دینے والے کو سزا دی جائے اس لئے کہ بکریاں چَرانا انبیاء علیہم السلام کے لئے کمال تھا لیکن دوسروں کے لئے تحقیر، اور تحقیری امر میں تشبیہ دینا نبوت کی گستاخی ہے۔

قاعدہ رد وھابیہ: ہر وہ امر جو نبوت کے لئے کمال لیکن دوسرے کے لئے موجب حقارت ہو تو وہ لفظ نبی علیہ السلام کے لئے استعمال کرنا حرام ہے۔ مثلاً کوئی کسی سے کہے اے اُمی (ان پڑھ) وہ اسے جواب دے کہ کیا حضور ﷺ اُمی (ان پڑھ) نہیں تھے؟ ایسے شخص کو سزا دی جائے۔ (کذافی انسان العیون)

صاحبِ روح البیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سلطان سلیم اول از خاقان عثمانیہ کے مندرجہ ذیل اشعار مبنی بر ترکِ ادب ہیں۔

یک گدا بود سلیمان بعصا وزنبیل	یافت از لطف تو آن حشمت ملک آرایی
مصطفی بود یتیمی ز عرب پست درت	دادش انعام تو تاج شرف بالایی

(روح البیان، سورۃ الانبیاء آیت ۸۱، الجزء۳، الصفحۃ ۵۱۰)

یعنی اگر گدا اگر سلیمان علیہ السلام عصا و زنبیل سے تیرے لطف سے وہ حشمت ملک آراء پایا مصطفیٰ ﷺ یتیم تھے عرب جیسے پست ملک میں پیدا انہیں تو نے تاجِ شرف و بزرگی کا انعام بخشا۔

درسِ عبرت: سلطان سلیم مرحوم نے سلیمان علیہ السلام کو گدا گر اور حضور ﷺ کو یتیم کہا تو صاحب روح البیان نے اسے گستاخی لکھا باوجود یکہ یہ دونوں الفاظ ان حضرات علیہم السلام کی صفت واقعی تھی اور وہ بھی بارگاہِ حق کے لئے انہیں گدا گر و یتیم کہا لیکن سلطان مرحوم کو معاف نہ کیا گیا بلکہ ان کے یہ الفاظ گستاخی میں شامل کئے گئے۔ بادشاہ کی نیت

گستاخی کی نہ تھی اور نہ خلافِ واقعہ کہا لیکن گستاخوں میں شمار ہوئے۔ جولوگ اس سے بڑھ کر عمداً گستاخیوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان کا کیا حال ہونا چاہیے۔ وہی ان کا حال ہے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسام الحرمین میں بیان فرمایا: فافهم وتدبر ولاتكن من الوهابيين

اسی قاعدے پر ہمارے نجدیوں، وہابیوں، دیوبندیوں، مودودیوں کے جھگڑے کی بنیاد ہے۔ ان کی کتابوں میں نبوت کی گستاخی جی بھر کر کی گئی ہے۔ مثلاً نبی علیہ السلام کو چوڑھے چمار سے تشبیہ دینا، نماز میں ان کے تصور کو گدھے اور اپنی بی بی کے جماع سے بدتر اور ان کے علم مبارک کو پاگلوں حیوانوں سے تشبیہ دینا، شیطان اور ملک الموت کے علم کو حضور ﷺ کے علم سے زائد بتانا اور ان کے میلاد کی مجلس کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دینا اور عام بشریت کے مساوی ماننا اور انہیں چرواہا، ان پڑھ کہنا ایسی دیگران گنت عبارات ہیں۔ فقیر نے تفصیل سے "التحقيق الكامل فی امتياز الحق والباطل" میں لکھ دیا ہے۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے صرف اسی قاعدے پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "تنزيه الانبياء عن تسفيه الاغبياء" اس کا آغاز ہے۔

امابعد حمدلله غافر الزلات ومقيل العثرات والصلوٰة والسلام علىٰ سيدنا محمد الذى انزل عليه فى كتابه العزيز: ﴿ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ (پارہ۲۲، سورۃ فاطر، آیت ۸) ﴾ وعلىٰ آله وصحبه النجوم النيرات۔

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس رسالہ کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ دو لوگوں کا جھگڑا ہوا اور آپس میں خوب گالی گلوچ بکیں۔ بالآخر ایک نے دوسرے کے نسب پر حملہ کیا تو دوسرے نے کہا اے چرواہے کے بچے۔ اس کے باپ نے کہا کیا یہ نسبت صرف میری ہے؟ کیا حضرات انبیاء علیہم السلام چرواہے نہیں تھے بلکہ کوئی بھی نبی علیہ السلام ایسا نہیں ہوگا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

یہ واقعہ مسجد طولونی کے قریب بازار غزل میں عوام کے مجمع میں ہوا ان کا مقدمہ حکامِ وقت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جب قاضی القضاۃ مالکی کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے فرمایا کہ لو دفع الى الضربة بالسياط

یعنی اگر یہ مقدمہ میرے ہاں پیش ہوتا تو قائل کو دُرے لگواتا۔

مجھ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے جواب دیا کہ ایسے شخص کو سزا دی جائے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اس لائق نہیں کہ کسی ایک عام آدمی سے ان کی مثال دی جائے۔ میرے مرتب فتویٰ کو دیکھ کر ایک شخص بول اُٹھا کہ

علامہ (سیوطی) کا یہ فتویٰ غلط ہے کیونکہ ایسے شخص کو نہ تعزیر ہے اور نہ ہی اس پر کوئی ملامت ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی ایک عام آدمی سے تشبیہ دینا ایک مباح امر ہے لہٰذا اس کا قائل نہ گنہگار ہے اور نہ اسے گناہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ مجھے اس کا خطرہ محسوس ہوا کہ عوام کالانعام کو جب ایسے کلام کے جواز کا علم ہوا تو وہ اپنے عام جھگڑوں میں ایسی گستاخیاں کردیں گے پھر وہ ان کی عام عادت بن جائے گی جس کی وجہ سے وہ دین سے خارج ہوجائیں گے۔صرف دین کی خیرخواہی اور مسلمانوں کی رہبری کو مدنظر رکھ کر یہ چند سطور لکھ دیں۔

سب سے پہلے قاضی عیاض کا وہ بیان لکھ دوں جو اُنہوں نے اس مسئلہ میں تحریر فرمایا جو نہایت ہی شاندار بیان ہے اور حق یہ ہے کہ بہت ہی خوب لکھا ہے۔ کماقال ابو جه الخامس الخ

(۱) نبی علیہ السلام کی شان کی کمی کا ارادہ نہ ہو۔ (۲) ان کا کوئی عیب نہ بیان کیا جائے۔

(۳) انہیں گالی نہ دی جائے۔

شریعت میں مندرجہ صورتیں بھی انبیاء علیہم السلام کے معاملات کو اپنے اوپر چسپاں کرنا حرام ہے مثلاً

(۱) انبیاء علیہم السلام کے بعض اوصاف بیان کرکے مثال کے طور پر اپنے لئے حجت یا دوسرے کے لئے حجت بنائے جبکہ وہ اُمور انبیاء علیہم السلام نے بحیثیت دینی اُمور کے اظہار کے لئے کئے یا ان کی اسی طرح تکمیل ضروری تھی۔

(۲) کسی کام کو اُنہوں نے کسرِ نفسی کے طور پر کیا۔

(۳) یا کسی مقصد اسلامی کے پیشِ نظر اپنے آپ کو بلند وارفع ظاہر فرمایا حالانکہ دوسروں کو جائز نہیں۔اسی طرح مثلاً کوئی کہے کیا ہوا میرے حق میں ایسا ویسا کہا گیا نبی علیہ السلام کو بھی تو کہا گیا تھا۔

(۴) یا یوں کہے کہ اگر میری تکذیب ہوئی تو کوئی بات نہیں انبیاء علیہم السلام کی بھی تو تکذیب ہوئی تھی۔

(۵) یا یوں بکواس کرے کہ میں نے گناہ کرلیا تو کیا حرج ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام نے بھی تو گناہ کئے تھے۔

(۶) یا یوں کہے کہ میں لوگوں کی مذمت سے کب بچ سکتا ہوں جبکہ انبیاء علیہم السلام بھی نہ بچ سکے۔

(۷) یا یوں کہے کہ میں فلاں مصیبت سے صبر کررہا ہوں جیسے اولوالعزم پیغمبروں علیہم السلام نے صبر کیا۔

(۸) یا یوں کہے کہ ایسے صبر کرتا ہوں جیسے ایوب علیہ السلام نے صبر کیا۔

(۹) یا کہے کہ میرا صبر کرنا حضور ﷺ کی طرح صبر کرنا ہے اُنہوں نے بھی دشمنوں کی دشمنی پر صبر کیا تھا بلکہ اس سے کچھ زیادہ حوصلہ فرمایا جیسے میں حوصلہ کررہا ہوں۔

متنبی کا شعر ہے،

أَنَا فِی أُمَّةٍ تَدَارَكَهَا اللّٰهُ	غَرِيبٌ كَصَالِحٍ فِی ثَمُودِ

(كتاب الشفا بتعريف حقوق المصطفى،القسم الرابع فى تصرف وجوه الأحكام فيمن تنقصه أو سبه عليه الصلاة و السلام،الجزء٢،الصفحة٥٥٥،دارالفكر)

یعنی میں ایسی قوم میں غریب ہوں اللہ تعالیٰ انہیں اچھا کرے جیسے حضرت صالح علیہ السلام ثمود میں غریب تھے۔

جیسے مصری شاعر کا قول ہے کہ

كُنْتُ مُوسَى ، وَافَتْهُ بِنْتُ شُعَيْبٍ	غَيْرَ أَنْ لَيْسَ فِيكُمَا مِنْ فَقِيرِ

(كتاب الشفا بتعريف حقوق المصطفى،القسم الرابع فى تصرف وجوه الأحكام فيمن تنقصه أو سبه عليه الصلاة و السلام،الجزء٢،الصفحة٥٥٥،دارالفكر)

یعنی میں موسیٰ اور ان کی زوجہ بنت شعیب ہوں سوائے اس کے کہ تم دونوں میں کوئی فقیر نہیں۔

اور جیسے حسان مصیصی کا قول،

كَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ أَبُو بَكْرِ الرِّضَا	وَحَسَّانَ حَسَّانٌ وَأَنْتَ مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم)

(كتاب الشفا بتعريف حقوق المصطفى،القسم الرابع فى تصرف وجوه الأحكام فيمن تنقصه أو سبه عليه الصلاة و السلام،الجزء٢،الصفحة٥٥٦،دارالفكر)

یعنی گویا ابوبکر ابوبکر رضا ہے اور حسان حسان ہے اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو۔

شاعر حسان مصیصی نے یہ شعر محمد بن عباد المعروف معتمد اور اس کے وزیر ابوبکر بن زیدون کے حق میں لکھا ہے اور یہ حسان شاعر شعرائے اندلس سے ہے۔ اس شعر میں گستاخی یہ کی ہے کہ خود حضرت حسان شاعر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور وزیر کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بادشاہ کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہا ہے۔

اس جیسی بہت سی مثالیں ہیں اور ہم نے کثرت شواہد درج کئے ہیں حالانکہ ایسی مثالیں لکھنا ہمیں سخت ناگوار ہے تاکہ لوگوں کو ایسی گستاخیوں کا علم ہو کیونکہ عوام بلکہ بہت سے پڑھے لکھے لوگ ایسی سخت باتوں سے احتراز نہیں کرتے بلکہ ان کے ارتکاب کو معمولی بات سمجھتے اور اسے کوئی عیب بھی نہیں سمجھتے۔ یہ ان کی کم علمی اور بیوقوفی کا نتیجہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا، ''وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَعِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ'' (پارہ١٨،سورۃ النور،آیت ١٥)

ترجمہ: اور اسے سہل سمجھتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔

فائدہ: یہ جملہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان تراشوں کے لئے فرمایا اور وہ بہتان تراش منافق تھے اور یہ منافقوں کا کام ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لئے بے ادبی کو معمولی بات سمجھتے ہیں۔ ہمارے دور میں اس قسم کے لوگوں کی کمی نہیں اور وہ خود ہی سوچ لیں کہ نبوت واہل بیت کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہیں یا لکھ رہے ہیں وہ اس سے دین کی خدمت کرر ہے ہیں یا اپنا بیڑہ غرق کرر ہے ہیں۔

انتباہ: بعض شعرسے اس طرح کی جرأت عام ہے بلکہ کچھ اس معاملہ میں سخت زبان واقع ہوئے ہیں انہیں میں ابن ہانی اندلسی وابن سلیمان المصری اور ہمارے دور میں حالی وغیرہ۔ جیسے اس نے شعر ذیل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایلچی کہا ہے (معاذاللہ) یہاں ہمیں ان سے بحث نہیں ہمارا مقصد اس وقت یہ ہے کہ مثالیں دے کر سمجھائیں کہ ایسی باتیں جن میں صراحۃً گالی نہ ہوں لیکن ان میں بے ادبی وگستاخی اور ان کا نقص وعیب کا اظہار ہورہا ہو تو ان میں خصوصیت سے بچنے کا اہتمام ہو۔

مانا کہ شعرائے مذکورہ یعنی ابن ہانی اندلسی اور ابن سلیمان المصری یونہی حالی وغیرہ کا ارادۂ گستاخی نہ ہوگا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اُنہوں نے نبوت کی عزت واحترام نہیں کیا اور نہ ہی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا خیال رکھا اور نبوت ورسالت کے لئے ضروری ہے کہ جو اسے اللہ تعالیٰ نے شان بخشی ہے اس سے کسی ادنیٰ وحقیر تشبیہ نہ دی جائے جیسے اشرف علی تھانوی نے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کو پاگلوں جانوروں وغیرہ سے دی ہے اور نہ ہی اس کی شانِ اعلیٰ کو کسی طریق سے کم بیان کیا جائے جیسے رشید احمد گنگوہی اور انبیٹھوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اقدس کو شیطان اور ملک الموت سے گھٹا دیا۔ یونہی رسالت ونبوت کی شان کو کسی کی خوشامد پر اس کے مشابہ ظاہر کیا جائے جیسے حسان مصیصی نے اپنے بادشاہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ظاہر کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کے لئے بہت سخت تاکید فرمائی ہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اُونچا بولنے سے بھی سختی سے منع فرمایا ہے۔

مسئلہ: مذکورہ صورتوں میں اگرچہ ان لوگوں کو قتل نہ کیا جائے گا۔ لیکن کم از کم اتنی سخت سزا تو ضرور ہوتا کہ آنے والی نسلیں ایسی غلطی کا ارتکاب نہ کریں۔

حکایت: ابونواس بہت بڑا مشہور شاعر ہے اس نے ہارون الرشید خلیفہ عباس مرحوم کے سامنے یہ شعر پڑھا،

فَإِنْ يَكُ بَاقِي سِحْرِ فِرْعَوْنَ فِيكُمْ	فَإِنَّ عَصَا مُوسَى بِكَفٍّ خَصِيبِ

(کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفی،القسم الرابع فی تصرف وجوہ الأحکام فیمن تنقصہ أو سبہ علیہ الصلاۃ والسلام،الجزء۲،الصفحۃ۵۰۷،دارالفکر)

یعنی اگر تمہارے میں فرعون کا جادو باقی ہے تو ہمارے ہاں بھی عصائے موسیٰ علیہ السلام موجود ہے۔

اس شعر کی وجہ سے حضرت ہارون الرشید مرحوم نے ابونواس سے کہا اے بد بخت تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے ٹھٹھا مخول کرتا ہے نکل جا میری محفل سے۔ چنانچہ اسے فوراً خلیفہ عباسی کی محفل سے نکلنا پڑا۔

درسِ عبرت: عصائے موسیٰ علیہ السلام کے بے ادب کی یہ سزا۔ اللہ اللہ!!!

تبصرۂ اُویسی غفرلہ: کاش آج بھی کوئی ایسا سربراہ مملکت ہمیں نصیب ہوتا جو عصائے موسیٰ کی بے ادبی گوارا نہیں کرتا پھر اس گستاخ و بے ادب سے کیا کرتا جو کھلے بندوں امام الانبیاء علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی گستاخی اور بے ادبی کو اپنا مشغلہ سمجھتا ہے۔

فتویٰ: ہم اس بحث میں اپنے فتویٰ کے بجائے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتویٰ کو کافی سمجھتے ہیں۔ طوالت سے بچ کر ان کا قول پیش کرتے ہیں اُنہوں نے بھی ہارون الرشید مرحوم کی طرح ایسے محروم القسمت لوگوں کے لئے سخت سزا کا حکم صادر فرمایا ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا یہ بھی عجوبہ روزگار ہے کہ جب امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش ہوا کہ کسی نے آپ سے عرض کی کہ ایک شخص نے مجھے فقر و تنگدستی پر عار دلائی تو میں نے اسے کہا کہ یہ کون سی بُری بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فقر و فاقہ سے بکریاں چَرائی تھیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اسے سزا دی جائے اس لئے کہ اس نے یہ بے محل جملہ استعمال کیا ہے۔

فائدہ: یہ بہت ناموزوں اور نامناسب ہے کہ غلط کار لوگوں کو جب کہا جائے کہ یہ تمہارا کام مبنی بر خطاء ہے تو وہ جواب میں کہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے خطا نہیں ہوئی تھی (معاذ اللہ) حالانکہ جنہیں یہ لوگ خطائے انبیاء علیہم السلام سمجھتے ہیں وہ خطائیں نہیں بلکہ حکمتیں و اسرار تھے جیسا کہ عصمۃ الانبیاء کے عقیدہ کا اُصول ہے۔

حکایت: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی سے فرمایا کہ کوئی ایسا کاتب تلاش کرو جس کا باپ عربی (مسلمان) ہو۔ اس نے کہا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا والد کافر نہ تھا (معاذ اللہ) یہ اس کا گمان تھا ورنہ تحقیق سے ثابت ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن موحد تھے۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "ابوین مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم" حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تجھے یہی جواب دینا تھا۔ آپ نے اس شخص کو ملازمت سے سبکدوش کر کے فرمایا ہمیشہ کے لئے تو ہمارے دفتر میں ملازمت نہ کر سکے گا۔

مسئلہ: امام سحنون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تعجب کے وقت درود و سلام نہ پڑھا جائے۔ حالانکہ حصولِ ثواب کی خاطر پڑھا جا سکتا ہے۔ تعظیم و توقیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی تقاضا ہے۔

فائدہ: امام قابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب کسی ایسے شخص کے لئے کہا جائے کہ جس کا چہرہ قبیح ہو وہ گویا منکر نکیر ہے یا جو شخص ترش روا سے کہا جائے یہ مالک (خازن) نار ہے تو ایسے شخص کو سخت سزا دی جائے۔ اگر فرشتے کے لئے گستاخی کی نیت سے کہا ہے تو اسے قتل کیا جائے۔

تبصرۂ اُویسی غفرلہٗ: ہمارے دور میں یہ بیماری عام ہے کہ کوئی کسی کا پیچھا نہ چھوڑے تو اس کے لئے کہتا ہے کہ فلاں میرا منکر نکیر ہے اور سی آئی ڈی والوں کے لئے عام محاورہ کر دیا گیا ہے کہ منکر نکیر ہیں (معاذ اللہ) یونہی کوئی کسی کا قرض خواہ یا کسی سے کوئی مطالبہ ہو وہ اسے ملے تو کہتا ہے ملک الموت یا عزرائیل آ گیا وغیرہ وغیرہ۔ بطور استہزاء و تحقیر تو کفر ہے ہی ویسے عادۃً کہنے پر بھی سخت سزا ہے لیکن سزا کون دے؟ ﴿لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْراً (پارہ ۲۸، سورۃ الطلاق، آیت ۱) **ترجمہ:** شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔﴾

حکایت: ایک نوجوان نیک خصال لیکن شرعیہ سے ناواقف نے کسی کو کوئی بات کہی تو اس نے اسے کہا کہ تو امی (ان پڑھ) ہے فلہٰذا خاموش رہ۔ نوجوان مذکورہ نے کہا کہ میں امی (ان پڑھ) ہوں تو کیا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمی نہیں تھے۔

اس نوجوان کی اس مقولہ کی وجہ سے سخت سے سخت مذمت ہوئی بلکہ بہت سے لوگوں نے انہیں کافر تک کہہ دیا۔

اس سے وہ نوجوان سخت پریشان ہوا اور اپنی بات سے سخت نادم ہوا بلکہ اپنی ندامت کا اظہار بار بار کیا۔

فائدہ: امام ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ایسے کو کافر تو نہیں کہنا چاہیے بلکہ اس پر کفر کا فتویٰ خطا ہے ہاں وہ نوجوان اس مقولہ سے خطا کار ضرور ہے کہ اس نے اپنے ان پڑھ ہونے پر سرکارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اِستِشہاد (دلیل) کیا یہ غلطی ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمی ہونا یہ معجزۂ الٰہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نقص کے طور یا بے خبر و جاہل سمجھ کر ہی کہنا خطاء ہے اور یہ بھی جہالت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی صفت سے اپنے لئے حجت پکڑنا۔ ہاں اس نوجوان (مذکور) نے اپنے قول سے استغفار اور توبہ کی بلکہ اپنی غلطی کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑایا اور عاجزی والحاح کیا اسی لئے اسے معاف کیا جائے اس کی حد مثل نہ ہوگی ہاں اسے سزا دی جاسکتی تھی لیکن اس کی ندامت سے اس کی یہ سزا بھی معاف ہوئی اسی لئے اسے ہر طرح کی سزا سے معاف کیا جائے گا۔

حکایت: حضرت قاضی ابو محمد ابن منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا جس پر کسی نے تنقیص کی۔ اس نے جواباً کہا کہ بھائی تم میرا نقص بیان کر رہے ہو اس میں حرج ہی کیا ہے کہ میں ایک بشر ہوں

اور ہر بشر سے کمی ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو بشر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کمی کا احتمال رہتا تھا (معاذاللہ) مفتی صاحب موصوف نے ایسے شخص کے لئے فتویٰ دیا کہ اسے بہت بڑے عرصہ تک قید اور جیل میں قیدی رکھا جائے۔ بلکہ اسے سخت سزا دی جائے تا کہ آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے۔ یہ اُس وقت ہے جبکہ اس سے اس کا سبب یعنی تحقیر و توہین کا ارادہ نہ ہو ورنہ اسے قتل کر دیا جائے بلکہ اندلس کے بعض علماء نے ایسے شخص کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے خواہ اس کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ اس کی تفصیل رسالہ ''گستاخ کا قتل'' میں ہے۔ مذکورہ بالا تقریر حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''شفاء شریف'' میں بیان فرمائی ہے۔

انتباہ: امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی انتباہات پر غور فرمایئے کہ اُنہوں نے شفاء شریف کے فصل اول میں کیسی وضاحت فرمائی ہے مثلاً فرمایا کہ کسی مثال کو کسی پر چسپاں کیا جائے اور کسی شے کو اپنے اور غیر کے لئے حجت بنایا جائے اور فرمایا کہ وہ مثال صرف مثل کے طور پر بیان کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے لیکن اگر اسے حجت کے طور لایا جائے تو اس کا کیا حکم ہے اور حجت کے طور شے کو بیان کرنے والا وہی اسی سے استدلال کرنے والا ہوتا ہے اور استدلال کرنے والے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ خصومات میں اسے پیش اور اپنے اوپر الزام سے بری ہو جائے۔

پھر قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب لکھا کہ کسی اعلیٰ ذات کے صفات ذکر کرنا دو طرح ہیں۔ ایک صفات کا محض ذکر دوسرا اسے استشہاد کے طور پر پیش کرنا اور استشہاد بھی استدلال ہے یونہی قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے آخر فصل میں یہ خوب فرمایا کہ ایسے لوگ خطا کار تو ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات احوال کو بطور استشہاد پیش کرتے ہیں لیکن کافر نہیں وغیرہ وغیرہ۔

یونہی کسی کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی صفت پر احتجاج جہالت تو ہے لیکن کفر نہیں ایسے جملہ مقامات میں تصریح ہے کہ ان سے اپنے بچانے کے لئے استدلال کرنا سخت خطا ہے اور ایسے لوگوں کو سخت سزا دینا ضروری ہے۔

میں نے انتباہات اس لئے کئے ہیں کہ میں نے ایسے شخص کو مستدل (استدلال کرنے والے) سے تعبیر کیا تو بعض لوگوں نے مجھ پر اعتراض کیا حالانکہ اس میں اعتراض کی گنجائش نہ تھی چونکہ مقام تدریس وافتاء وتصنیف اور اہل علم کے ہاں تقریر کے لئے استدلال کا مطلب اور ہوتا ہے اور ایسے مقامات میں اعتراض بھی نہیں ہوتا اس کی تشریح آئے گی۔

انشاء اللہ تعالیٰ

ہاں مقدمات میں اور خود کو عیب ونقص سے بچانے کے استدلال کا معنی اور ہوتا ہے۔ ایسے مواقع پر ایسے استدلال پر اعتراض بھی ہے اور سزا دینا واجب بھی ہے بالخصوص عوام میں اور عام بازاروں میں ایسے خفیف الفاظ استعمال کرنا ایسے ہی سب وقذف یعنی تحقیر اور بہتان تراشی وغیرہ میں سزا ضروری ہے اور استدلال کرنے والے کو روکنا واجب ہے تاکہ ایسی گستاخی اور بے ادبی کا رواج نہ ہونے پائے۔ ہر مقام کی ایک علیحدہ بات ہے اور ہر محل کا اپنا حکم ہے جو اس کے مناسب ہوتا۔ کیا تم نے قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا وہ اشارہ نہیں سمجھا جو اُنہوں نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ اُنہوں نے کاتب کو سزا صرف اس لئے دی کہ اس نے اپنے باپ کے کفر پر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی کے کفر سے حجت پکڑی اور استدلال کیا۔ اسی لئے تو امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کاتب پر نہ صرف اعتراض کیا بلکہ اسے ملازمت سے سبکدوش کر دیا۔

حکایت: امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سند سے بیان فرمایا کہ احمد بن عبداللہ بن یونس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعض شیوخ سے سنا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں ایک مسلمان لایا گیا جو پرائیویٹ سیکریٹری کے طور پر آپ کے ہاں کام کرتا تھا لیکن اس کا باپ کافر تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لانے والے کو فرمایا کہ کاش تو ایسا کاتب لاتا جس کا باپ بھی مہاجر مسلمان ہوتا۔ وہ کاتب (پرائیویٹ سیکریٹری) بول پڑا کہ جناب میرے والد کا کفر کوئی بُری بات نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تو کافر تھے۔ (معاذاللہ) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں یہ مثال دینی تھی۔ اب نکل جا میری محفل سے اور نہ ہی مجھے تیری ملازمت کی ضرورت ہے۔

فائدہ: اس حکایت میں یہی بات ہے کہ کاتب نے اپنے سے ایک عیب ونقص ہٹانے پر احتجاج اور استدلال کیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس پر رد فرمایا کہ اس نے ایسی تقدس مآب ذات کو مثال میں کیوں لایا۔

حکایت: مذکورہ بالا حکایت ایک اور طریق سے یوں منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن سعد کو فرمایا کہ ہمارے ہاں فلاں حاکم کا باپ زندیق ہے۔ اس نے جواب دیا کہ کیا ہوا کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد صاحب کافر نہیں تھے (معاذاللہ) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ یہ سن کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تجھے نہ صرف ملازمت سے سبکدوش کیا بلکہ ہمارے کسی دفتر میں تمہیں ملازمت نہیں ملے گی۔

قاعدہ: قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شفاء شریف کے فصل سابع میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی امر جائز ہو یا اس کے جواز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اختلاف ہو یا اطوار بشریہ کی وجہ بھی ہو یا جن باتوں سے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اللہ تعالیٰ کی رضاوخوشنودی کی وجہ سے صبر فرمایا مثلاً دشمنانِ اسلام کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں پہنچانا یا پریشان کیا جیسا کہ ابتدائے اسلام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا تو ان اُمور میں کسی امر کا ذکر بیان کرنا جائز ہے یا نہیں تو اس کے متعلق یادرکھیں کہ بطریق روایت یا مذاکرۂ علمی اور جو عصمت انبیاء علیہم السلام کے لائق بات ہو اور ان پر اس کا اطلاق جائز بھی ہو تو یہ ہماری بحث میں داخل نہیں۔ کیونکہ یہ اس میں نہ تو اظہارِ نقص وعیب ہے اور نہ ہی ان کی عزت پر حملہ کرنا ہے اور نہ ہی استخفاف واستحقار کا خدشہ ہے نہ ظاہر الفاظ میں اور نہ ہی بولنے والے کا ارادہ ہے لیکن ایسی باتیں اہل علم اور وہ طلبائے اسلام جو ذی فہم ہیں کہ وہ ان مقاصد وفوائد سے باخبر ہیں بیان نہ کیا جائے جو سن کر فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔

حکایت: فقیر کے ایک شاگرد نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ واقعہ وعظ وتقریر میں بیان کیا کہ چند بدو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ لینے آئے تو اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادھر اُدھر سے کھینچا وغیرہ وغیرہ۔ یہ واقعہ سن کر سامعین نے بُرا منایا بلکہ اسے آئندہ تقریر کرنے سے روک دیا۔ مجھے شکایت پہنچی تو میں نے اسے زجر وتوبیخ کی اور نرمی سے اسے سمجھایا کہ عوام کے سامنے ایسے واقعات ایسے طریق سے بیان کیا جائے جس سے عوام کو اُلجھن نہ ہو۔

فائدہ: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شق الصدر کا واقعہ بھی عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں ہاں بیان کرنا ہے تو طرزِ تکلم ایسا ہو کہ واقعہ سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس اُجاگر ہو۔

مسئلہ: بعض علماءِ کرام نے فرمایا کہ عورتوں کو سورۂ یوسف پڑھانا مکروہ ہے یعنی اس کی تفسیر وترجمہ اور مفاہیم وغیرہ۔ اسی لئے عورتیں فطرۃً کم فہم ہوتی ہیں اور نہ ہی ان میں ایسی باتوں کے ادراک کی عموماً اہلیت وصلاحیت ہوتی ہے۔

مسئلہ: شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اپنے قواعد میں لکھا ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ حاکم وقت کو صغیرہ کے ارتکاب سے ملازمت سے سبکدوش کیا جائے یہ غلط ہے، بلکہ کہنے والا جاہل ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ حاکم وقت سے صغیرہ کا ارتکاب ہو تو حکام اور قضاۃ کو لائق نہیں کہ ایسے شخص کو سزا دیں ہاں کبیرہ کا ارتکاب ہو تو اسکی تفصیل ہے جو مطولات میں مذکور ہے۔

فائدہ: امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صاف لکھا ہے کہ معزز شخصیات پر تعزیر نہیں جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے نیز اس لئے کہ یہ لوگ شر سے معروف نہیں انہیں غلطی گرادے گی یعنی لوگوں کی نظروں میں گر جائیں گے اسی لئے انہیں تعزیر سے معاف رکھا جائے۔ بعض نے اس کی تفسیر یوں کی ہے کہ یہ لوگ اصحابِ الصغائر ہیں اصحابِ کبائر نہیں، بعض نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔

﴾احادیث مبارکہ﴿

(معزز شخصیات سے تعزیرات کی معافی میں بکثرت احادیث وارد ہیں اُن میں سے چند احادیث ملاحظہ ہوں)

☆ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معزز شخصیت کی خطائیں معاف کروسوائے حدود کے کہ حد شرعی کی معافی نہیں۔(مسنداحمد،الادب المفردالبخاری، ابو داؤد، نسائی)

☆ معزز شخصیت کی خطاء سے تجاوز کرو۔(نسائی، طبرانی کبیر، ابن عدی فی الکامل)

☆ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ معزز شخصیت کی سزا سے احتراز کرو، ہاں حد شرعی ضرور جاری کرو۔

(طبرانی صغیر والاوسط)

☆ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سخی کے گناہ سے احتراز کرو اس لئے کہ جب ڈگمگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ پکڑتا ہے۔(طبرانی کبیر وابو نعیم فی الحلیه)

فائدہ: شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "طریق المعدله" کی بحث "قتل من لاوارث" میں لکھا کہ فقہاء کا کہنا کہ جس نے جسے قتل کیا وہ اس کا وارث نہیں۔ سلطان وقت کو اختیار ہے کہ وہ اس سے قصاص لے یا دیت معاف کردے لیکن مفت کی معافی صحیح نہیں گویا اُنہوں نے یہ حکم غالب پر لگایا ہے کیونکہ حاکم وقت کی مرضی پر ہے کہ اگر وہ مصلحت دیکھے تو اسے مفت بھی معاف کرسکتا ہے جبکہ اس کے پاس مال بھی نہیں اور نہ ہی وہ کما سکتا ہے اور اس میں مسلمانوں کی خیر وصلاح ونفع بھی مدنظر ہے لیکن اس سے اگر جلد بازی میں ہوا ہو تو پھر اسے قتل کرنا چاہیے ہاں اگر اس نے توبہ کی اور اس کا آئندہ کا ردعمل بھی صحیح ہے پھر کہنا کہ امام یعنی حاکم وقت کا معاف کرنا صحیح نہیں یہ بات بعید از قیاس ہے۔ بالخصوص جب مسلمانوں کو اس سے قصاص کی خواہش نہ ہو۔ اس صورت میں میری رائے یہ ہے کہ اسے بھی امام (حاکم وقت) کی رائے پہ چھوڑا جائے اور حاکم وقت پر بھی لازم ہے کہ وہ حکم دے جو مسلمانوں کی مصلحت پر مبنی ہو۔ وہ ایسا اقدام نہ کرے کہ جس میں کہا جائے کہ اس کا قتل جائز ہے اور وہ جواز بھی مسلمانوں کی مصلحت پر مبنی ہے اور اقامت دین بھی مدنظر ہے اس میں حظ نفس کو دخل نہ ہو اور نہ ہی کوئی اور دنیوی غرض ہو اس میں اس کے خون بہانے سے رُکنا چاہیے کہ ایک نفس معصومہ کو باقی رکھنا ہے۔ اگر وہ اسے بغیر کسی ترجیح شرعی کے قتل کریگا تو یہ بھی اس میں شامل ہوگا جو کسی کو ناحق قتل کرتا ہے۔

فائدہ: امام السبکی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جب بلا دیت اس کا معاف کرنا جائز ہے جس میں صلاح وخیر اور مسلمانوں کا نفع ہے تو جو خطاء کسی معزز شخصیت سے صادر ہوئی ہے اس سے تعزیر کی معافی بطریق اولیٰ جائز ہے اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ بھی نہیں۔

درسِ ادب: ابن السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "اثـرِ شیخ" میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض نصوص میں فرمایا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک معزز خاندان کی عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا تو لوگوں نے اسے معاف کردینے کی سفارش فرمائی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اگر فلانہ (یعنی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لئے بھی حد ثابت ہوجائے تو بھی میں قَـطْـعُ یَـدِہا [1] (ہاتھ کاٹنے) کا حکم دوں گا۔اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بطور ادبِ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام کے بجائے فُلَانَۃٌ لِامْرَأَۃٍ شَرِیفَۃٍ [2] کا لفظ استعمال فرمایا یہ ان کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ادب کا لحاظ ہے حالانکہ ان کے والد کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کا نام لیا ہے۔

[1] (صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء ،باب حدیث الغار،الجزء ۱۱، الصفحۃ ۲۹۴، الحدیث ۳۲۱۶)

(صحیح مسلم، کتاب الحدود،باب قطع السارق الشریف وغیرہ،الجزء ۹،الصفحۃ ۵۳،الحدیث ۳۱۹۶)

[2] (الأم للشافعی،تابع الجنایات،باب خطأ الطبیب و الإمام یؤدب،الجزء ۶،الصفحۃ ۱۹۰،دار المعرفۃ)

درسِ عبـــرت: ابن السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کمالِ ادب ہے کہ ایسے مقام پہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام لینا گوارا نہ کیا اگرچہ حدیث شریف میں نام لیا گیا ہے اور رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کمالِ تعلیم ہے کہ احکام شرع میں عوام وخواص کا کوئی امتیازی سلوک نہیں۔

فــائدہ: امام ابن سبکی کے نقل اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عمل سے ثابت ہوا کہ اصل اسلام ادب ہے اور اس کے برعکس خلافِ ادب بلکہ سوءِ ادب ہے۔اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے ہے کہ وہ جسے جس طرح کہیں لیکن ہمیں اس طرح کہنا قبیح ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کمالِ ادب ہے کہ باوجویکہ اس حدیث سے احتجاج واستدلال کررہے ہیں اور اپنی تصنیف میں ہی اسے لکھ رہے ہیں کہ سوائے ان کے کسی اور کو اس پر آ گاہی نہیں لیکن پھر بھی ادب سے نام نہیں لیتے تو بھی حرج نہ تھا لیکن ادب اعلیٰ عمل ہے اسی کو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنایا۔مزید برآں حدیث پاک میں بھی لفظ لــو سے ذکر ہے جو امتناع کے لئے آتا ہے اور یہاں بطور بغرض محال استعمال ہوا ہے تب بھی امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام لینا گوارا نہ فرمایا یہ کمالِ ادب ہے۔

از خـدا خـواهیم تـوفیق ادب	بـے ادب مـحروم ماند از فضل رب

فهرست الفاظِ کفریه:

☆ رُؤْیَتِی إِلَیْکَ کَرُؤْیَۃِ مَلَکِ الْمَوْتِ

(الحاوی للفتاوی للسیوطی،الجزء ۱،الصفحۃ ۲۸۱،دار الفکر للطباعۃ و النشر)

یعنی میں تجھے ملک الموت کی طرح دیکھتا ہوں۔

یہ عموماً اس کے لئے بولتے ہیں جو کسی کو کسی سے خوف وخطرہ ہو مثلاً قرض خواہ ہے یا کوئی اور سبب۔ احناف کے علاوہ دیگر ائمہ کا مذہب ہے کہ ایسے قول سے قائل کافر نہ ہوگا لیکن تعزیر سے نہ بچ سکے گا یعنی ایسا قول شرعاً ممنوع ہے اگر کوئی کہہ دے تو کافر تو نہ ہوگا لیکن سخت سزا دی جائے تاکہ ملائکہ کی تحقیر نہ ہو۔

☆ کوئی کلمہ قرآنی الفاظ سے اپنے مقصد کے لئے بولنا مثلاً کہا جائے جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوْسٰی (پارہ۱۶،سورۃ طٰہٰ، اٰیت۴۰) ﴿ترجمہ: ایک ٹھہرائے وعدہ پر حاضر ہوا اے موسٰی۔﴾ اس شخص کے لئے جو اپنے وقت پر کسی جگہ پہنچے اور وہ یہ جملہ سن کر کہے "نعم" ہاں۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں ایسا اقتباس صحیح نہیں کیونکہ قرآن کی توہین وتحقیر ہے کہ اس کے کلمات کو اپنے دُنیوی اغراض پر استعمال کیا جائے۔ یونہی انبیاء علیہم السلام کو اغراض دنیویہ پر استعمال کیا جائے۔

محافلِ میلاد: حضرت امام ابن حجر سے سوال ہوا کہ محافل میلاد میں بعض لوگ جب رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کے جذبہ میں مختلف انداز اپناتے ہیں۔ بعض مقررین واعظین خواص وعوام کی موجودگی میں (جہاں مرد عورتیں جمع ہوتی ہیں) لچھے دار تقریریں کرتے ہیں۔ ان میں بعض باتیں تعظیم رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کے منافی بھی سرزد ہو جاتی ہیں مثلاً رقت آمیز باتیں حکایتیں بیان کرتے ہیں جن میں عظمت رسول صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کا پہلو کم ہوتا ہے لیکن ان میں رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم پر شفقت از غیر کا پہلو واضح ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں طائف سے دائیاں آئیں آپ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کی یتیمی کے پیش نظر کسی دایہ نے آپ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کو نہ لیا سوائے حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم بکریاں چراتے رہے۔ اس پر چند اشعار بھی ہیں،

بِأَغْنَامِهِ سَارَ الْحَبِيبُ إِلَى الْمَرْعَى	فَيَا حَبَّذَا رَاعٍ فُؤَادِى لَهُ يَرْعَى

(الحاوی للفتاوی،الفتاوی الفقهية،كتاب النفقات،تنزيه الأنبياء عن تسفيه الأغبياء،الجزء١، الصفحة٢٨٢،دار الفكر للطباعة والنشر)

یعنی محبوب بکریاں لے کر چراگاہ کو چلا۔ واہ واہ چرانے والے میرا دل ہی اس کے لئے راعی ہوتا۔

فَمَا أَحْسَنَ الْأَغْنَامَ وَهُوَ يَسُوقُهَا	وَكَثِيرٌ مِنْ هَذَا الْمَعْنَى الْمُخِلِّ بِالتَّعْظِيمِ

(الحاوی للفتاوی،الفتاوی الفقهية،كتاب النفقات،تنزيه الأنبياء عن تسفيه الأغبياء،الجزء١، الصفحة٢٨٢،دار الفكر للطباعة والنشر)

یعنی کیسی حسین وجمیل ہیں وہ بکریاں جسے وہ محبوب ہانک کرلے جاتا ہے۔

ایسے بہت معنیٰ محل قابل تعظیم ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس میں حضور سرورِ عالم صلَّی اللہ علیہ وسلَّم کے لئے بکریاں چرانے والے کے ذکر آپ کی خفت وحقارت کا اظہار ہوتا ہے اگرچہ قائلین کا ارادہ ایسا نہیں اور نہ انہیں ایسے پہلو کا تصور ہوتا ہے۔

الجواب: سمجھدار کو لائق ہے کہ ایسے مقام پر خبر یعنی مضمون میں مخبر یعنی حضور ﷺ کے لئے نقص کا تصور و خیال نہ کرے یہاں تو صرف خبر محض ہے کہ آپ ﷺ بکریاں چَراتے اس سے کب لازم آتا ہے کہ ہر بکریاں چرانے والا حقیر و فقیر ہوتا ہے بلکہ بکریاں چرانا تو انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ ''بکری کی فضیلت''

اللّٰہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کا پہلو: "ابن ابی الدنیا کتاب العصمت " میں لکھتے ہیں کہ امام مطرف نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت وجلال قلوب میں ہونا ضروری ہے اس لئے یہ اللہ کے ذکر خیر میں نہ کیا جائے مثلاً کتے کو بدعا دیتے ہوئے کہو اَللّٰھُمَّ اخْزِہٖ، (رسوا کر) یا گدھے کو کہے یا بکری کو۔

تبصرۂ اُویسی غفرلہ‘: اس میں اللہ تعالیٰ کی رفعت شان کے سامنے یہ لائق نہیں کہ اس کے ذکر کے ساتھ حقیر و خفیف اشیاء کا ذکر ہو۔ اسی لئے ہمارے فقہاءِ کرام کہتے ہیں کہ اس طرح نہ کہا جائے، یا خالق الخنازیر

والکلاب والقاذوات

یعنی اے خنزیرو، کتے اور گندگیوں کو پیدا کرنے والا۔ (شرح فقہ اکبر للملاعلی قاری)

حاضر وناظر اور گندگی: بعض گندے ذہن والے سوال کرتے ہیں کہ کیا حضور ﷺ بیت الخلاء وغیرہ میں حاضر و ناظر ہیں۔ ہم انہیں جواب دیتے ہیں عقیدہ رکھنا اور بات ہے اسے زبان پہ لانا شئے دیگر۔ ہم عقیدہ تو حاضر و ناظر کا ہر جگہ رکھیں گے لیکن تفصیل کے وقت ایسی گندی اشیاء کو زبان پہ نہ لائیں گے جیسے اللہ تعالیٰ کو خالق شئی مانتے ہیں لیکن تفصیل کے وقت نہ کہیں گے۔

خالق الخنازیر والکلاب والقاذوات

اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ ''حاضر و ناظر اور گندگی''

ایک گستاخی پر سوال کا جواب: حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ امام سہیلی نے حدیث نقل کی، ''اِنَّ اَبِی وَاَبَاكَ فِی النَّارِ''

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أن من مات علی الکفر فھو فی النار ولا تنالہ شفاعۃ، الجزء ۱، الصفحۃ ٤٦٧، الحدیث ۲۰۳)

(سنن ابی داود، کتاب السنۃ، الباب فی ذراری المشرکین، الجزء ۱۲، الصفحۃ ۳۲۷، الحدیث ٤٠٩٥)

یعنی میرا باپ اور تیرا باپ دوزخ میں ہیں۔

ہمیں چاہئے کہ ہم نہ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین دوزخ میں ہیں (معاذاللہ) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا کہ زندوں کو مردوں کی وجہ سے اذیت نہ دو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ''اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ '' (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، اٰیت ۵۷)

ترجمہ: بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔

اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل کے لئے فقیر کی تصنیف ''ابوین مصطفی ﷺ'' کا مطالعہ ضروری ہے۔

بکریاں چرانا: سابق دور میں بکریاں چرانا نقص وعیب نہ تھا لیکن بعد کے عرف میں یہ صفت حقارت کے کھاتہ میں آ گئی اسی لئے مالا صاتہ اس میں تحقیر نہیں اسی لئے مطلقاً رَعْیِ الْغَنَمِ پر اعتراض نہ ہونا چاہیے کیونکہ بہت سی باتیں سابق دور میں حقیقت نہیں ہوتیں لیکن زمانے کی تبدیلی سے احکام بدلتے ہیں اسی لئے زمانہ زمانہ اور شہر شہر کا فرق ہے۔ اس پر فقہاء کرام کا کلام شاہد ہے۔ نکاح کی کفاءت میں اور مروت شہادات میں یہ مسئلہ تمام فقہ کی کتابوں میں ہے حتی کہ منہاج میں لکھا ہے کہ ہمارے دور میں یہ کلمہ جو بھی بولتا ہے شتم و تنقیص کے موقعہ پر بولتا ہے مثلاً کوئی کسی کو کہے انت یا راعی المعزی ﴿یعنی اے بکریاں چرانے والے۔﴾ تو اس سے تنقیص کا پہلو نکل سکتا ہے۔ اسی لئے ایسے جملے اس نے جو کچھ کہا ہے اپنے اعتقاد کی ترجمانی کی ہے یعنی وہ یہ اعتقاد ظاہر کرتا ہے کہ نبی ﷺ زندہ ہوتے اور مجھے اس فیصلہ پر رجوع کا فرماتے تو بھی میں نہ مانوں گا یہ شخص کافر ہے۔ (معاذ اللہ) مندرجہ ذیل آیات کے خلاف بکواس کرتا ہے۔

(۱) قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ (پارہ ۳، سورۃ اٰل عمران، اٰیت ۳۲)

ترجمہ: تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔

(۲) فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (پارہ ۵، سورۃ النساء، اٰیت ۶۵)

ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

حکایت: اس شخص کا قصہ کہ جس کا فیصلہ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا لیکن وہ آپ ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس کا فیصلہ کریں آپ رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار سے قتل کر دیا۔ یہ قصہ مشہور ہے اور اس کی بکواس پر اس قول سے تعجب ہے کہ کہتا ہے کہ میں نہیں مانوں گا یہاں تک کہ آپ مجھے نص دکھائیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا قول خود نص ہے۔ مسلمان پر تو ایسا گمان نہیں ہو سکتا تو شاید اُس نے یہ قول مِنْ حَیْثُ الاِعْتِقَادُ نہ کہا ہوگا۔

دوسرا سوال: یہ تو شدید ترین خطاء ہے بلکہ قبیح ترین ہے اور پہلے مسئلہ سے بہت زیادہ بُرا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی یہ کہے کہ اگر مجھے کسی نبی یا فرشتے نے گالی دی تو میں بھی اسے گالی دوں گا۔

الجواب: ابن رشد وابن الحاج نے فرمایا کہ ایسے شخص کو بہت سخت مارا جائے اور اسے قید میں رکھا جائے اور اس کا دوسرے لوگوں کے لئے مباح (جائز) کرنا یہ دوسری بات ہے یہ بُرائی میں اس سے بڑھ کر ہے اس لئے کہ اس میں لوگوں کو حرام کے ارتکاب واستحلال پراُکسانا اور انبیاء وملائکہ کرام علیہم السلام کے منصب پر حملہ کرنا ہے اور یہ کیسے کسی کو کسی کے لئے مباح کیا جائے جبکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اسے بُرا بھلا کہے۔ مسئلہ اصل کے اعتبار سے سخت ہے ایسے شخص کو ایسی باتوں سے روکا جائے اور اسے کہا جائے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر اس سے بائیکاٹ کیا جائے اور اس پر توبہ اور رجوع الی اللہ ضروری ہے اور یقین دہانی کرائے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کہے گا۔ یہ بیان امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ اس پر فقیر اُویسی غفرلہٗ توضیحاً اضافہ کرتا ہے۔

اضافہ اُویسی غفرلہٗ: گستاخی کے درجات ہیں نہ ہر گستاخ واجب القتل ہے نہ ہر گستاخ قابلِ معافی ہے۔ گستاخی اللہ تعالیٰ کی شانِ اقدس میں ہو یا انبیاء علیہم السلام کے حق میں یا ملائکہ کرام کے بارے میں یا اُولیاءِ کرام وعلمائے حق کے متعلق۔ احوالِ انبیاء علیہم السلام کسی پر چسپاں نہ کئے جائیں بالخصوص عوام کے سامنے۔ ہماری یہ تحقیق اس کے لئے ہے جس کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف ہے۔

حکایت: ہم یہاں ایک نکتہ لطیفہ عرض کرتے ہیں وہ یہ کہ شیخ ابن السبکی علیہ الرحمہ ترشیح میں لکھتے ہیں کہ میں ایک دن جماعت کے ساتھ گھر کے دالان میں کھڑا تھا کہ کتا پانی چھڑکتا ہوا ہمارے قریب سے گزرا اس سے خطرہ تھا کہ اس کے چھینٹے ہم پر نہ پڑیں۔ میں نے کتے کو جھڑکتا ہوا کہا کہ **یا کلب ابن کلب** (اے کتا اور کتے کا بیٹا) میرا یہ قول میرے شیخ یعنی میرے والد شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گھر کے اندر سے سن رہے تھے باہر تشریف لاکر فرمایا تم کس کو گالی دے رہے تھے؟ میں نے عرض کی حضور! میں نے تو صحیح کہا ہے وہ کتا ہے اور کتے کا بیٹے۔ اُنہوں نے فرمایا یہ ٹھیک ہے لیکن تو نے یہ بات اس کی اہانت وتحقیر کے طور کہی ہے اور یہ تمہارے لئے لائق نہیں۔ اس سے میں یہ نکتہ سمجھ گیا کہ کسی کو کوئی صفت جو اس کے لائق ہے کہنے میں حرج نہیں اس میں اس کی اہانت وتحقیر مدنظر ہو تو پھر بے ادبی وگستاخی ہے۔

فائدہ: ایسے الفاظ کسی پر بولنا اور تدلیس وچھپا کر بیان کرنا اور اندرونی بغض اور حسد وکینہ کی وجہ سے بولنا بولنے والے کو نقصان ہوگا جس پر بولا گیا ہے اس کا کوئی نقصان نہیں اور انبیاء علیہم السلام کا حق تمام کے حقوق سے فائق ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ

یونہی مدلس (چھپا کر بات کرنے والے) سے قیامت میں تمام انبیاء علیہم السلام مخاصمت کریں گے اور ان کی گنتی کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔

حکایت: حضرت یحییٰ بن معین (ناقد الحدیث) سے سوال ہوا کہ تم خوف نہیں کرتے کہ قیامت میں تیرے وہ محدثین خصم ہوں گے جن کی تم احادیث ترک کرتے ہو۔ فرمایا کہ قیامت میں مجھے کسی خصم کا خطرہ نہیں مجھے نبی پاک ﷺ سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ میرے خصم نہ ہوں اور فرمائیں کہ تو نے میری حدیث سے جھوٹ کو کیوں دفع نہ کیا جبکہ وہ احادیث ترک کرتا ہوں جن میں کذب وغیرہ کا احتمال ہوتا ہے یونہی میں کہتا ہوں کہ میرا سارا جہاں خصم ہو کوئی خوف نہیں لیکن مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں کوئی ایک نبی میرا خصم ہو چہ جائیکہ تمام انبیاء علیہم السلام۔

سنگین قول کی تقریر: کسی نے کوئی فیصلہ کیا تو شہر کے تمام قاضیوں نے اسے غلط قرار دیا۔ وقت کے بادشاہ نے اسے کہا کہ تیرے فیصلے کو کوئی بھی نہیں مانتا لہٰذا اپنے فیصلے سے رجوع کرلو۔ اس نے جواب میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے مزار سے باہر نکل کر مجھے اس سے رجوع کا فرمائیں تو بھی نہ مانوں گا جب تک آپ مجھے صریح نص قرآنی نہ دکھائیں (معاذاللہ) پھر اسی نے ایک مدت کے بعد کہا کہ اگر مجھے کوئی نبی مرسل یا ملک مقرب گالی دے تو میں بھی اسے گالی دوں گا اور وہ اپنے فتویٰ کو عوام میں اور بازاروں میں کہتا پھرتا تھا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے جائز ہے۔ (معاذاللہ)

جواب باصواب: قائل کا پہلا قول کہ (معاذاللہ) اگر رسول اللہ ﷺ مزار سے باہر تشریف لا کر مجھے فرمائیں تو میں آپ ﷺ کی نہ سنوں گا یہاں تک کہ مجھے آپ صریح نص دکھائیں۔

قائل کا یہ قول تین حال سے خالی نہیں۔

(ا) قائل سے یہ قول سبقت لسانی سے ہوا۔ اس کا ایسی بات کہنے کا ارادہ نہ تھا یہی مسلمان پر حسن ظن اور اس کے حال کے لائق ہے اُمید ہے اس کا ارادہ یہ ہوگا کہ اگر امام مالک بھی قبر سے باہر آجائیں تو بھی نہ مانوں گا تو بجائے امام کے اس کے منہ سے رسول اکرم ﷺ کا اسم گرامی نکل گیا وہ اپنی تیزی طبع سے ایسے کہہ گیا۔ ایسے شخص کو نہ کافر کہیں گے اور نہ اس کی سزا دیں گے۔

تبصرہ اُویسی غفرلہٗ: آج کل کے دور میں ایسے حال والے کہاں بلکہ عام بکواس کرنے والے اسی قول کا سہارا لے کر کئی قسم کے بکواسات کریں گے۔ لیکن قول اول بھی اس شخص کے لئے ہے جس سے اس قسم کی گستاخیوں کا صدور پہلے نہیں ہوتا تھا اور وہ خود بھی کہے کہ مجھ سے سبقت لسانی ہوئی اور وہ اپنی بات سے سخت ندامت کا بھی اظہار کرتا ہے اور کھلم کھلا واضح طور پر اپنی خطاء کا اعلان بھی کرے اور توبہ و استغفار میں مبالغہ کرے اور اپنی غلطی پر سر پر مٹی ڈالے اور صدقہ وخیرات کی کثرت کرے اس کے علاوہ اور بھی اتنی نیکیاں کرے کہ اس سے ایسی غلطی کی معافی کا موجب بنیں۔

(۲) سبقت لسانی کی بات تونہیں اور نہ ہی اس کا یہ اعتقاد ہےلیکن وہ یوں تاویل کرتا ہے کہ میں نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے خلاف تمام جن وانس مجھے اس سے رجوع کا کہیں تو بھی نہ مانوں گا اور اگر نبی پاک ﷺ مزار سے باہر تشریف لا کر مجھے رجوع کا فرمائیں تو بغیر حجت اور انکار کے آپ کا حکم بلاتوقف مان جاؤں گا اور میری یہ عبارت مبنی بر مبالغہ ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کا اب مزار سے باہر تشریف لانا عادۃً محال ہے ایسا شخص کافر تو نہیں لیکن اس نے بہت بڑی جرأت کی ہے اسے اپنے منصب سے ہٹایا جائے اور اتنی زبردست اور سخت سزادی جائے کہ قتل کے سوا جتنا ہوسکتا ہے اُسے مارا پیٹا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے گستاخ کا انجام: ابلیس نے جرأت کرکے کہا کہ آدم علیہ السلام سے میں بہتر ہوں اسی اعتراض کی نحوست تھی کہ جونہی شیطان ابلیس نے اللہ تعالیٰ پر اعتراض کیا تو ملعون ٹھہرا اور زمرۂ کفار و مردودین میں شامل ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے سجدۂ آدم علیہ السلام کا حکم فرمایا تو شیطان نے اعتراض کے طور پر کہا، ”ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا“ (پارہ ۱۵، سورۃ الاسراء، اٰیت ۶۱)

ترجمہ: کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا۔

اسی اعتراض کی نحوست سے ہاروت و ماروت کو سزا ملی جبکہ اُنہوں نے آدم علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں اعتراض کیا۔

سبق: جب مخلوق کے بارے میں اعتراض کی یہ سزا ہے تو خالقِ کائنات پر اعتراض کرنے کی کیا سزا ہوگی اور دورِ حاضرہ میں بعض جدت پسند اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور ان کے غور وخوص کرکے تباہ و برباد ہورہے ہیں۔ یاد رکھئے کہ سابقہ اُمم میں بھی اہل ہوا معترضین منکرین انہی وجوہ سے تباہ و برباد ہوئے کہ اُنہوں نے ان مسائل کو اُٹھایا جنہیں صحابہ کرام، تابعین، ائمہ کرام اور اُولیاء کاملین رحمہم اللہ علیہم بیان کرنے سے گھبراتے تھے اس لئے کہ ان مسائل کے اظہار سے ذات وصفات پر شبہات پیدا ہونے کا خطرہ تھا لیکن بعد میں آنے والے ملحدوں نے وہی مسائل کھڑے کئے تو شبہات میں پڑ کر خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اگر وہ یہ مسائل کھڑے نہ کرتے تو ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھتے۔

مسئلہ: خلاصہ یہ ہے کہ اہل حق کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی فعل اور اس کے تخلیقی اُمور میں اعتراض کرنا کفر ہے اس پر وہی جرأت کرسکتا ہے جو کافر، گمراہ اور گمراہ کن ہوگا۔

نبوت کی گستاخی کی سزا: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا بھی کفر ہے اسی لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات میں خواہش نفسانی کو دخل نہیں ہوتا اسی لئے ان پر اعتراض کرنا دونوں جہانوں کی تباہی و بربادی کو مول لینا ہے۔

حدیث شریف: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ اے لوگو! تمہارے اُوپر حج فرض ہے۔ یہ ارشادِ گرامی سن کر حضرت عکاشہ بن محصر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم پر ہر سال حج فرض ہے یا صرف اسی سال۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں نعم (ہاں) کہہ دیتا تو پھر ہر سال حج فرض ہو جاتا اگر ہر سال فرض ہوتا تو تم اسے چھوڑ کر گمراہ ہو جاتے۔ فلہٰذا تم مجھ سے اس قسم کے سوالات مت کیا کرو جب تک میں خود نہ بتاؤں۔ تم سے پہلی قومیں بھی کثرتِ سوالات و اختلافات اور رسل علیہم السلام پر اعتراض و انکار کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئیں۔

ایک گستاخ کی کہانی: بہت بڑی بدبختی اس شخص کی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا۔ چنانچہ بعض بزرگوں سے منقول ہے فرمایا کہ میں ایک جگہ بیٹھا تھا کہ کسی بد بخت نے کہا کہ کوئی بھی اپنی خواہش نفسانی سے خالی نہیں خواہ وہ نبی ہے یا ولی یہاں تک کہ ہمارے نبی علیہ السلام بھی (معاذ اللہ) اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، "حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ الدُّنْیَا النِّسَاءُ وَالطِّیبُ وَجُعِلَ قُرَّۃُ عَیْنِی فِی الصَّلَاۃِ"

(سنن النسائی، کتاب عشرۃ النساء، الباب حب النساء، الجزء ۱۲، الصفحۃ ۲۸۸، الحدیث ۳۸۷۸)

میں نے اسے کہا اے بد بخت! خدا کا خوف کر کہ یہ اعتراض بے جا ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفسانی خواہش ہوتی تو فرماتے أَحْبَبْتُ بلکہ فرمایا حُبِّبَ (بصیغہ مجہول) اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ بالا اشیاء کی محبت کا حکم منجانب اللہ تھا۔ جب وہ حکم منجانب اللہ تھا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیسا۔ اس بد بخت کی بات مجھے سخت ناگوار گزری اور مجھے سخت غم لاحق ہوا اس غم میں مجھے نیند نے گھیرا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غم نہ کھایئے میں نے اس بد بخت کا کام پورا کر دیا ہے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو سننے میں آیا کہ وہ بد بخت مارا گیا ہے۔

گستاخِ نبوت کی سزا: جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں سے نفسانی پیار تھا۔ اس سے اس کی مراد تنقیص رسالت ہو تو ایسے بد بخت کو قتل کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بد بخت کو تباہ و برباد کرے۔

كذا قال الفقهاء صاحبِ "روح البیان" فرماتے ہیں،

شب پرہ میطلبد بدر تمامت نقصان	او نداند کہ ابد نور تو ظاہر باشد

(روح البیان، سورۃ الانبیاء آیت ٢٤،الجزء٥، الصفحة٤٦٦)

یعنی چمگادڑ چودہویں رات کے چاند کو ناقص سمجھتا ہے وہ نہیں جانتا کہ یہ نہ ہوتا تو تو بھی نہ ہوتا۔

ہر کہ از روی جدل بر تو سخن میراند	بمثل شد اگرش بو علی کافر باشد

(روح البیان، سورۃ الانبیاء آیت ٢٤، الجزء٥، الصفحة٤٦٦)

یعنی جو شخص تجھ پر اعتراض کرتا ہے وہ غلط کرتا ہے اگرچہ ابو علی جیسا کافر بھی ہو۔

گستاخوں کے حالات فقیر کی تصنیف ''گستاخوں کا بد انجام'' میں پڑھئے۔

اولیاء کے گستاخ: اولیاء و مشائخ اور علماءِ باعمل پر اعتراض کرنا بھی محرومی ہے بلکہ ان کی صحبت سے برکات نصیب نہ ہوں گے نہ ہی ان سے علمی فیض حاصل ہو سکیں گے جیسے موسیٰ و خضر علیہم السلام کا واقعہ شاہد عادل ہے حالانکہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے معاہدہ کرایا کہ ''فَلَا تَسْـَٔلْنِى عَنْ شَىْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا''

(پارہ١٥،سورۃ الکھف،ایت٧٠)

ترجمہ: تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

لیکن پھر بھی موسیٰ علیہ السلام نے ان پر اعتراض کیا تو جدائی پر نوبت آگئی اور ساتھ رہنے کے برکات اور علمی فیوضات کے حاصل کرنے سے رہ گئے اور وہ علوم آپ علیہ السلام کو میسر نہ ہوئے جو آپ کو حضرت خضر علیہ السلام سے حاصل ہونے تھے۔

خوارج کی بدقسمتی: خوارج کی بدقسمتی ہے کہ اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا اسی وجہ سے صرف ان کا خروج ہوا بلکہ دینِ حق سے خارج ہوگئے اور انہیں كِلَابُ النَّارِ اور شَرُّ قَتْلَى تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ کے القاب نصیب ہوئے۔

ولی اللہ کے گستاخ کی کہانی: حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کا ایک شاگرد آپ کا نافرمان نکلا۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا کہ اسے چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت سے گر گیا ہے۔ چنانچہ بعد میں اسے ہیجڑوں کے ساتھ پھرتا دیکھا گیا پھر چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ یہ اسے دنیا میں سزا ملی اور آخرت میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کلام نہ فرمائے گا اور نہ ہی اسے نظرِ کرم سے نوازے گا اور اس کے لئے دردناک عذاب ہے بلکہ وہ ہمیشہ کے لئے ہجران وفراق میں رہے گا۔

فقیر (اسماعیل حقی) کہتا ہے:

تــانبــاشــد گـمـراهــی اور ابـدال	هیــں مــکــن بــاشــد کــامــل جــدل

یعنی خبردار مرشد کامل سے جھگڑا نہ کر، تا کہ وہ تیرے لئے اس کے عوض گمراہی ہو۔

بہر حال انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ نہایت ہی نازک ہے لاشعوری سے لوگ بعض ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جو ان کے نزدیک تو معمولی ہوتی ہیں لیکن اللہ کے نزدیک بہت سخت ہوتی ہیں اور بعض اوقات وہی باتیں جہنم میں لے جانے والی ہوتی ہیں۔ اسی لئے مسلمان پر لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کرام بالخصوص حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُولیائے کرام وعلمائے عظام بالخصوص صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں ایسے الفاظ سے اجتناب کیا جائے جو انجام کی بربادی کا موجب بنیں۔

وما علینا الا البلاغ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور، وارد کراچی باب المدینہ۔ پاکستان

۲ ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ بروز بدھ (چہار شنبہ)

☆......☆......☆